



قبروں کی زیارت

لار

صاحب قبر سے فریاد

برنامہ وفرعها في السماء

دعاۃ للمصاحفۃ في دعم

خمسة أنشطة للمكتب

يبلغ خمسين ريالاً

توزيع كتاباتي .

- ١٠ كتابة دعوية
- ١٠ درجات تعليمية
- ١٠ ملقة جزيرة
- ١٠ تبرع عام
- ١٠ طباعة كتب

تألیف

شیخ الإسلام امام ابن تیمیہ (رحمه الله)

ترجمة

ثمر صادق احمد حسين

نظر ثانی

محمد ظاهر حنیف

COOPERATIVE OFFICE FOR CALL AND GUIDANCE IN AL-BATHA

(UNDER THE SUPERVISION OF THE MINISTRY OF ISLAMIC AFFAIRS)

P.B.No 20824 - Riyadh 11465 K.S.A.

Tel. 4030251 - 4063405 FAX. 4059387

قبروں کی زیارت

لور

صاحب قبر سے فریاد

تألیف

شیخ الإسلام امام ابن تیمیہ رحمه اللہ

ترجمہ

ثمر صادق احمد حسین

نظر ثانی

محمد طاهر حنیف

پیش کش

دفتر تعاون برائے نعوت و ارشاد - بطحاء - ریاض

سعودی عرب

ح المكتب التعاوني للدعوة والارشاد بالبطحاء، ١٤٢٦هـ

فهرسة مكتبة الملك فهد الوطنية أثناء النشر

ابن تيمية، أحمد بن عبدالحليم

زيارة القبور والاستنجاد بالقبور باللغة الاردية . / احمد بن

عبدالحليم ابن تيمية : ثمر صادق . - الرياض ، ١٤٢٦هـ

عنوان : ١٢ × ١٧ سم.

ردمك : ١ - ٧٧ - ٧٩٨ - ٩٩٦٠

١- المعاصي والذنوب ٢- الشرك بالله ٣- زيارة القبور

أ- صادق، ثمر (مترجم) ب- العنوان

١٤٢٦ / ٣٨٩١ ديوبي ٤٤

رقم الإيداع : ١٤٢٦ / ٣٨٩١

ردمك : ١ - ٧٧ - ٧٩٨ - ٩٩٦٠

حقوق الطبع محفوظة

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سوال کا مضمون

شیخ الاسلام امام احمد بن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جو قبوں کی زیارت کرتا اور صاحب قبر سے اپنی یا اپنے گھوڑے اور اونٹ کی بیماری میں مدد طلب کرتا اور ان کے مرض کے ازالے کے لئے درخواست کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اے آقا! میں آپ کی پناہ میں ہوں، آپ کے زیر سایہ ہوں، فلاں نے مجھ پر ظلم کیا ہے، فلاں مجھے تکلیف پہنچانا چاہتا ہے، مزید کہتا ہے کہ صاحب قبر اس کے اور اللہ کے درمیان واسطہ ہے۔

اور اس شخص کے بارے میں بھی جو مساجد، گوشہ عبادت (جہاں صوفی یا بعدتی بیٹھ کر غیر مشروع عبادت کرتے ہیں) اور زندہ یا فوت شدہ پیر کے لئے پیسوں، اوپنیوں، بکریوں، شمع اور تیل وغیرہ کی نذر مانتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر میرا لڑکا فلاں مصیبت سے نجات پا گیا تو میرے ذمے پیر کے لئے فلاں فلاں چیز واجب ہو جائے گی۔

قبروں کی زیارت اور صاحب قبر سے فریاد

اور اس شخص کے بارے میں بھی جو مشکل وقت میں اپنے شیخ (پیر) کا واسطہ دے کر ثبات قلب چاہتا ہے۔

اور اس شخص کے بارے میں بھی جو اپنے پیر کے پاس آ کر اس کی قبر کو چھوتا، اپنے چہرے کو اس پر رگڑتا اور اپنے دونوں ہاتھوں سے قبر کا مسح کر کے اپنے چہرے پر پھیرتا اور اس طرح کے دوسراے اعمال کرتا ہے۔

اور اس شخص کے بارے میں بھی جو اپنے پیر کے پاس حاجت روائی کی غرض سے آ کر کہتا ہے، یا فلاں! آپ کی برکت سے، یا یوں کہے کہ اللہ اور شیخ کی برکت سے میری فلاں ضرورت پوری ہو گئی۔

اور اس شخص کے بارے میں بھی جو صوفیانہ نظمیں (جس میں ان کے بزرگوں اور روحانی پیشواؤں کے بارے میں ایسی منقبت، شناخوانی اور غلو ہوتا ہے کہ انہیں بشریت سے اٹھا کر خدائی صفات کا حامل بنادیا جاتا ہے) پڑھتا، قبر کے پاس آ کر اس کی نقاب کشانی کرتا اور اپنے پیر کے سامنے سجدہ ریز ہو جاتا ہے۔

اور اس شخص کے بارے میں بھی جو کہتا ہے کہ کائنات میں ایک قطب غوث جو جامع الوجود ہے (اس کی تفصیل اور تشریح آگے آ رہی ہے)

ہمیں فتویٰ دے کر اللہ کے ہاں ماجور ہوں اور بات تفصیلی تحریر کریں۔

جواب کی ابتداء

جواب:

الحمد لله رب العالمين۔ جس دین کے ساتھ اللہ نے اپنے رسولوں کو بھیجا اور جس کے ساتھ اپنی کتابیں اتاریں، اس دین (کی دعوت) یہ ہے کہ اللہ واحد کی عبادت کی جائے جس کا کوئی شریک نہیں، اسی سے مدد و طلب کی جائے، اسی پر بھروسہ کیا جائے اور اسی سے طلب نفع اور ازالۃ مصیبت کے لئے دعا کی جائے، جیسا کہ اللہ نے فرمایا:

﴿تَزِيلُ الْكِتَبِ مِنَ اللهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ۝ إِنَّا
أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدْ اللهَ مُخْلِصًا لَهُ
الَّذِينَ ۝ أَلَا لِلَّهِ الَّذِينُ الْخَالِصُونَ وَالَّذِينَ أَنْهَدُوا
مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ مَا نَعْبُدُ هُمْ إِلَّا لِيُقْرَبُونَا إِلَى اللهِ
رُلْفَى إِنَّ اللهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِي مَا هُمْ فِيهِ
يَخْتَلِفُونَ﴾

”اس کتاب کا اتنا اللہ تعالیٰ غالب باحکمت کی طرف سے ہے، یقیناً ہم نے اس کتاب کو آپ کی طرف حق کے ساتھ نازل فرمایا ہے، پس آپ اللہ ہی کی عبادت کریں اسی کے لئے دین کو خالص کرتے ہوئے۔ خبردار! اللہ تعالیٰ ہی کے لئے خالص عبادت کرنا ہے اور جن لوگوں نے اس کے سوا اولیاء بنارکھے ہیں (اور کہتے ہیں) کہ ہم ان کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ یہ (بزرگ) اللہ کی نزدیکی کے مرتبہ تک ہماری رسائی کراؤ یہ لوگ جس بارے میں اختلاف کر رہے ہیں اس کا (سچا) فیصلہ اللہ (خود) کرے گا“

اور اللہ نے فرمایا:

﴿وَإِنَّ الْمَسَجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا﴾

(الجن: ۱۸)

”اوہ یہ کہ مسجد میں صرف اللہ ہی کے لئے خالص ہیں، پس اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کونہ پکارو“

اور اللہ نے فرمایا:

﴿قُلْ أَمَّرَ رَبِّي بِالْقِسْطِ وَأَقِيمُوا وُجُوهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لِهِ الَّذِينَ﴾ (الأعراف: ۲۹)

”آپ کہہ دیجئے کہ میرے رب نے حکم دیا ہے انصاف کا اور یہ کہ تم ہر سجدہ کے وقت اپنا رخ سیدھا کرو اور اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طور پر کرو کہ اس عبادت کو خالص اللہ ہی کے واسطے رکھو،“

اور اللہ نے فرمایا:

﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُونِهِ فَلَا يَمْلِكُونَ كَشْفَ الظُّرُورِ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيلًا ○ أُولَئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَتَّغَوَّنُ إِلَى رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيْمَنَهُمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ عَذَابَهُ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُورًا﴾ (الإسراء: ۵۶، ۵۷)

”کہہ دیجئے کہ اللہ کے سوا جنہیں تم معبد سمجھ رہے ہو انہیں پکارو، لیکن نہ تو وہ تم سے کسی تکلیف کو دور کر سکتے ہیں اور نہ بدل سکتے ہیں، جنہیں یہ لوگ پکارتے ہیں خود وہ اپنے رب کے تقریب کی جستجو میں

رہتے ہیں کہ ان میں سے کون زیادہ نزدیک ہو جائے، وہ خود اس کی رحمت کی امید رکھتے اور اس کے عذاب سے خوف زدہ رہتے ہیں، (بات بھی بھی ہے) کہ تیرے رب کا عذاب ڈرنے کی چیز ہی ہے“

آخری آیت کی تفسیر کے متعلق سلف صالحین کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ کچھ لوگ حضرت مسیح و عزیز علیہما السلام اور فرشتوں کو پکارتے تھے تو اللہ نے کہا کہ وہ (بھی) تمہاری طرح میرے بندے ہیں اور تمہاری طرح میری رحمت کے امیدوار اور تمہاری طرح وہ بھی میرے عذاب سے ڈرتے اور میرا قرب تلاش کرتے ہیں۔ جب یہ حال ان لوگوں کا ہے جوانبیاء اور ملائکہ کو پکارتے تھے تو پھر ان کا کیا حال ہو گا جو ملائکہ اور انبیاء سے کمتر لوگوں کو پکارتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿أَفَحَسِبَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنْ يَتَخَذُوا عِبَادِي مِنْ دُوْنِي أَوْلَىٰ
إِنَّا أَعْنَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكَفَرِينَ تُرْلَا﴾ (الکھف: ۱۰۲)

”کیا کافر یہ خیال کئے بیٹھے ہیں کہ میرے سوا وہ میرے بندوں کو اپنا حمایتی بنالیں گے؟ (سنو) ہم نے تو ان کفار کی مہمانی کے لئے

جہنم کو تیار کر رکھا ہے“

اور فرمایا:

﴿قُلْ آتُّهُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيهِمَا مِنْ شَرِيكٍ وَمَا لَهُ مِنْهُمْ مِنْ ظَاهِرٍ ○ وَلَا نَفْعٌ أَلَّا شَفَاعَةٌ عِنْدَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ﴾ (سبا: ۲۲، ۲۳)

”کہہ دیجئے! کہ اللہ کے سوا جن جن کا تمہیں گمان ہے (سب) کو پکارلو، نہ ان میں سے کسی کو آسمانوں اور زمینوں میں سے ایک ذرہ کا اختیار ہے نہ ان کا ان میں کوئی حصہ ہے، نہ ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار ہے، شفاعت (سفارش) بھی اس کے پاس کچھ نہیں دیتی بجز ان کے جن کے لئے اجازت ہو جائے“

اس طرح اللہ نے واضح کر دیا کہ اس کے سواتھ مخلوقات میں سے جن کو پکارا جاتا ہے خواہ فرشتے ہوں یا انسان وغیرہ، یہ اللہ کی بادشاہت میں ذرہ برابر بھی مالک نہیں، نیز اس کی بادشاہت میں اس کا کوئی شریک نہیں بلکہ وہ

پاک ہے، اسی کے لئے بادشاہت ہے اور اسی کے لئے ساری تعریفیں، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ جس طرح بادشاہ کے معاونین اور حمایتی ہوتے ہیں، اس کے معاونین نہیں کہ اس کی مدد کریں، بیشک سفارش کرنے والے اس کی رضا کے بغیر سفارش نہیں کر سکیں گے، اس طرح اللہ نے شرک کی ساری قسموں کی توفی فرمادی۔

وہ اس طرح کہ جو لوگ غیر اللہ کو پکارتے ہیں وہ یا تو مالک ہوں گے یا نہیں، اور جب مالک نہیں تو وہ یا تو شریک ہوں گے یا نہیں اور جب شریک نہیں تو وہ معاون ہوں گے یا سائل اور طالب، پہلی تینوں فتیمیں یعنی بادشاہت، شراکت اور معاونت کی توفی ہو چکی، باقی رہی چوتھی چیز تو اس کی اجازت کے بغیر ممکن نہیں، جیسا کہ اللہ جل جلالہ نے فرمایا:

﴿مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ﴾ (آل بقرہ: ۲۵۵)

”کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کے سامنے شفاعت کر سکے“

جیسا کہ مزید اللہ نے فرمایا:

﴿وَكَمْ مِنْ مَلَكٍ فِي السَّمَاوَاتِ لَا تُقْنِي شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا إِلَّا مِنْ بَعْدِ أَنْ يَأْذَنَ اللَّهُ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَرْضَى﴾ (النجم: ۲۶)

”اور بہت سے فرشتے آسمانوں میں ہیں جن کی سفارش کچھ بھی نفع نہیں دے سکتی، مگر یہ اور بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی خوشی اور اپنی چاہت سے جس کے لئے چاہے اجازت دے دے“

اور اللہ نے فرمایا:

﴿أَوْ أَنْخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ شُفَاعَةً قُلْ أَوْلَوْ كَانُوا لَا يَمْلِكُونَ شَيْئًا وَلَا يَعْقِلُونَ ○ قُلْ لِلَّهِ الْشَّفَاعَةُ جَمِيعًا لَّهُ مَلِكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ (الزمر: ۴۳، ۴۴)

”کیا ان لوگوں نے اللہ کے سوا (اوروں کو) سفارشی مقرر کر رکھا ہے؟ آپ کہہ دیجئے کہ گووہ کچھ بھی اختیار نہ رکھتے ہوں اور نہ عقل رکھتے ہوں۔ کہہ دیجئے کہ تمام سفارش کا مختار اللہ ہی ہے، تمام آسمانوں اور زمین کا راج اسی کے لئے ہے“

اور فرمایا:

﴿اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةَ أَيَّامٍ ثُمَّ أَسْتَوَى عَلَى الْعَرْشِ مَا لَكُم مِّنْ دُونِهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا شَفِيعٍ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ﴾ (السجدة: ۴)

”اللہ وہ ہے جس نے آسمان و زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کو چھوٹن میں پیدا کر دیا، پھر عرش پر بلند ہوا تمہارے لئے اس کے سوا کوئی مددگار اور سفارشی نہیں، کیا پھر بھی تم نصیحت حاصل نہیں کرتے“ اور اللہ نے فرمایا:

﴿وَأَنذِرْ بِهِ الَّذِينَ يَخَافُونَ أَن يُحْشِرُوا إِلَى رَيْبِهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُونِهِ وَلِيٌّ وَلَا شَفِيعٌ لَّعَلَّهُمْ يَنَقُونَ﴾ (الأنعام: ۵۱)

”اور ایسے لوگوں کو ڈرائیے جو اس بات سے اندریشہ رکھتے ہیں کہ اپنے رب کے پاس ایسی حالت میں جمع کئے جائیں گے کہ جتنے غیر اللہ ہیں نہ کوئی ان کا مددگار ہوگا اور نہ کوئی شفع ہوگا، اس امید پر کہ وہ ڈرجائیں“

اور اللہ نے فرمایا:

﴿مَا كَانَ لِشَرِّٰ أَنْ يُؤْتِيَهُ اللَّهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ
وَالثُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُولَ لِلنَّاسِ كُوْنُوا عَبْدَ اٰتِي مِنْ دُونِ
اللَّهِ وَلِكِنْ كُوْنُوا رَبِّيْنِيْخَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ الْكِتَابَ
وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُونَ ○ وَلَا يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَنْجِذُوا
الْمُلْكَيْكَةَ وَالثَّيْثَنَ أَزْبَابًا أَيَّامَكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْتُمْ
مُسْلِمُونَ﴾ (آل عمران: ۷۹، ۸۰)

”کسی ایسے انسان کو جسے اللہ تعالیٰ کتاب و حکمت اور نبوت دے، یہ
لا ائنہیں کہ پھر بھی وہ لوگوں سے کہے کہ تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر میرے
بندے بن جاؤ، بلکہ وہ تو کہے گا کہ تم سب رب کے ہو جاؤ، تمہارے
کتاب سکھانے کے باعث اور تمہارے کتاب پڑھنے کے سبب اور
یہ نہیں (ہو سکتا) کہ وہ تمہیں فرشتوں اور نبیوں کو رب بنا لینے کا حکم
کرے، کیا وہ تمہارے مسلمان ہونے کے بعد بھی تمہیں کفر کا حکم
دے گا“

اس لئے جب اللہ نے فرشتوں اور نبیوں کو رب بنانے والوں کو کافر قرار دیا تو پھر ان کا کیا حال ہوگا جنہوں نے انبیاء کے علاوہ مشائخ اور دوسروں کو اپنارب بنالیا ہے۔

تفصیلی بات یہ ہے کہ اگر بندے کی طلب کردہ چیز ایسے امور سے تعلق رکھتی ہے جس پر صرف اللہ ہی کو قدرت ہو جیسے کسی بندے کا، مریض آدمی یا جانور کے لئے شفا طلب کرنا یا اپنے قرض کی ادائیگی کی ایسے شخص سے درخواست کرنا جو مدد نہ کر سکتا ہو، یا اپنے اہل خانہ کی عافیت اور دنیا و آخرت کی مصیبت سے نجات طلب کرنا، یا اپنے دشمن کے خلاف مدد، اپنے دل کی ہدایت اور اپنے گناہوں کی مغفرت یا جنت میں داخلہ اور جہنم سے نجات چاہنا، یا حصول علم، فہم قرآن، اصلاح قلب، اپنے نفس کی پاکیزگی اور اخلاق کی درستگی وغیرہ کا سوال کرنا، ایسی ساری چیزوں سے صرف اللہ سے ہی مانگی جاسکتی ہیں اور بندے کے لئے جائز نہیں کہ کسی بادشاہ، نبی اور پیر سے (خواہ زندہ ہوں یا مار دہ) کہے کہ میرے گناہوں کو معاف کر دیں، میرے دشمنوں پر میری مدد فرمائیں، میرے مریض کو شفادیں اور مجھے، میرے اہل اور جانور کو عافیت دیں اور اس طرح کے دوسرے سوالات۔ ان چیزوں کا

سوال جس نے بھی کسی بھی مخلوق سے کیا تو اس نے اپنے رب کے ساتھ شرک کیا اور وہ بعینہ انہیں مشرکوں جیسا ہوگا جو فرشتوں، انبیاء اور ان کی صورتوں پر بنائے جانے والے جسموں کی عبادت کرتے ہیں اور بعینہ نصراۃیوں جیسا ہوگا جو عیسیٰ اور ان کی ماں کو پکارتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يَسُوعَى ابْنَ مَرْيَمَ أَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ
أَنَّكُنْدُونِي وَأَنِّي إِلَّاَنِي مِنْ دُونِ اللَّهِ﴾ (المائدۃ: ۱۱۶)

”اور وہ وقت بھی قابل ذکر ہے جب کہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تم نے ان لوگوں سے کہا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو بھی علاوہ اللہ کے معبد و قرار دے لو؟“

اور اللہ نے فرمایا:

﴿أَنَّكُنْدُوا أَخْبَارَهُمْ وَرَهَبَنَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ
وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا أُمْرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَّاَنَهَا
وَاحِدًا لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ﴾ (التوبۃ: ۳۱)

قبوں کی زیارت اور صاحب قبر سے فریاد

”ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور درویشوں کو رب بنایا ہے اور مریم کے بیٹے مسیح کو، حالانکہ انہیں صرف ایک اکیلے اللہ ہی کی عبادت کا حکم دیا گیا تھا جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ پاک ہے ان کے شریک مقرر کرنے سے“

لیکن جن چیزوں پر بندہ قدرت رکھتا ہے تو بعض صورتوں میں اس سے مانگنا جائز ہے اور بعض میں نہیں، کیونکہ مخلوق سے سوال کبھی جائز ہوتا ہے کبھی ناجائز، اللہ نے فرمایا:

﴿فَإِذَا فَرَغْتَ فَأَنْصَبْ ○ وَإِنَّ رَبِّكَ فَازْغَبْ﴾ (الشرح: ۸، ۷)

”پس جب تو فارغ ہو تو عبادت میں محنت کرو اور اپنے پروردگار ہی کی طرف دل لگا“

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن عباس کو حکم دیا:

”جب سوال کرو تو اللہ سے سوال کرو اور جب مدد طلب کرو تو اللہ سے مدد طلب کرو“

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کی ایک جماعت کو حکم دیا کہ وہ لوگوں

سے کچھ بھی نہ طلب کریں اسی لئے جب ان میں سے کسی کا کوڑا ان کے ہاتھ سے گر جاتا تو وہ کسی سے اٹھانے کے لئے نہیں کہتے، اور صحیحین میں ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”میری امت کے ستر ہزار لوگ جنت میں بغیر حساب کتاب کے داخل ہوں گے، یہ وہ لوگ ہیں جو جھاڑ پھونک نہیں کرتے نہ (بغرض علاج) جسم کو داغ نہیں ہیں اور نہ ہی کسی چیز سے برا شگون لیتے ہیں،“

استرقاء کے معنی ہیں کسی سے دم کروانا، اور یہ دعا کی ایک قسم ہے، اس کے باوجود نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ انہوں نے فرمایا:

”جو شخص اپنے بھائی کے لئے اس کی غیر موجودگی میں دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایک فرشتہ متعین کر دیتا ہے، جب بھی وہ شخص اپنے بھائی کے لئے دعا کرتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے تمہارے لئے بھی ایسا ہی،“

مشروع دعاؤں میں سے ایک دعا یہ ہے کہ ایک ان دیکھا شخص دوسرے غیر حاضر شخص کے لئے دعا کرے، اسی لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں

اپنے لئے درود پڑھنے کا حکم دیا ہے اور اپنے لئے وسیلہ (وسیلہ جنت کا سب سے بلند مقام) طلب کرنے کو کہا، اور ہمیں بتایا کہ درود پڑھنے اور وسیلہ طلب کرنے کا کیا اجر ملتا ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ نے حدیث میں فرمایا کہ جب تم موذن کواذ ان کہتے ہوئے سنو تو وہی کلمات تم بھی کہو، پھر مجھ پر درود پڑھو۔ پس جس نے میرے لئے ایک بار رحمت (درود) طلب کی تو اس پر اللہ تعالیٰ دس بار رحمت بھیجے گا، پھر تم میرے لئے وسیلہ طلب کرو، وسیلہ جنت میں ایک ایسا درجہ ہے جو اللہ کے بندوں میں سے صرف ایک ہی بندے کو ملے گا، اور مجھے امید ہے کہ میں ہی وہ بندہ ہوں، پس جس نے میرے لئے اللہ سے وسیلہ طلب کیا تو قیامت کے دن اسے میری شفاعت مل جائے گی۔

مسلمان کے لئے اپنے سے برتر و مکتر دونوں سے دعا طلب کرنا مشروع ہے، یقیناً ادنیٰ اور اعلیٰ سے دعا طلب کرنا ثابت ہے، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر رضی اللہ عنہ کو ادا یگی عمرہ کے لئے الوداع کہتے ہوئے فرمایا تھا:

”میرے بھائی ہمیں اپنی دعاؤں میں نہ بھولنا“

لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اپنے لئے درود پڑھنے اور وسیلہ طلب

کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا کہ جو میرے اوپر ایک بار درود پڑھے گا اللہ اس کے اوپر دس بار رحمت بھیجے گا اور جو شخص میرے لئے وسیلہ طلب کرے گا تو قیامت کے دن وہ میری شفاعت کا مستحق ہو جائے گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے، درود اور وسیلہ کا مطالبہ ہمارے فائدے کے لئے کیا ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو شخصوں کے درمیان فرق کو ملحوظ رکھا ہے، ایک وہ جو کسی سے کوئی چیز اس کو فائدہ پہنچانے کے لئے مانگتا ہے، دوسرا وہ جو کسی سے کوئی چیز صرف اپنے فائدے کے لئے مانگتا ہے۔ صحیح حدیث میں ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اولیں قرنی کا ذکر کرتے ہوئے حضرت عمر سے کہا کہ اگر تم ان سے اپنے لئے استغفار کر سکو تو کرالینا۔ اور صحیح میں ہے کہ ابو بکر اور عمر کے مابین کچھ رنجش تھی تو ابو بکر نے اپنے لئے عمر سے استغفار کرنے کے لئے کہا، (رنجش کی وجہ) حدیث میں ہے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ ایک بار عمر پر سخت ناراض ہو گئے تھے، اور یہ بھی ثابت ہے کہ بعض قویں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دم کرواتیں تو آپ ان پر دم کرتے۔

صحیحین میں ہے کہ لوگ جب خط کاشکار ہوئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے لئے بارش طلب کرنے کے لئے کہا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے دعا کی اور وہ سیراب ہو گئے۔ صحیحین میں یہ بھی ہے کہ عمر بن خطاب نے عباس کے ذریعے بارش طلب کی اور دعا کرتے ہوئے کہا، اے اللہ! ہم جب خط زدہ ہوتے تو اپنے نبی کے ذریعہ تیراقرب تلاش کرتے تھے تو ہم پر بارش نازل کر دیتا اور (اب) ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پچا کے واسطے سے تیراقرب تلاش کرتے ہیں تو تو ہمیں سیراب کر، پھر وہ سیراب کر دیتے جاتے۔ سنن کی کتابوں میں ہے کہ ایک اعرابی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ لوگ مشقت میں پڑ گئے ہیں، بال بچے بھوک میں بتلا ہو چکے ہیں اور مال بر باد ہو رہا ہے، اللہ سے ہمارے لئے دعا کریں، ہم اللہ کو آپ کے پاس سفارشی بناتے ہیں اور آپ کو اللہ کے پاس، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا، سبحان اللہ! حتیٰ کہ اس کا یہ قول بد صحابہ کے چہروں سے عیاں ہو گیا، اور فرمایا: ”ویک“ (یہ کلمہ عرب کسی بات پر ناپسندیدگی کے اظہار کے لئے کہتے ہیں) اللہ کی سفارش کسی کے ہاں طلب نہیں کی جاتی، اللہ کی شان اس سے کہیں برتر ہے، اس کے اس قول کو کہ ”میں آپ کی

سفارش اللہ کے یہاں طلب کر رہا ہوں،” صحیح قرار دیا، جبکہ اس کے اس قول کو کہ ”اللہ کی سفارش آپ کے ہاں طلب کر رہا ہوں،“ باطل قرار دیا، کیونکہ شافع (سفارش کرنے والا) مشفووع (جس کے پاس سفارش کی جاتی ہے) سے سوال کرتا ہے، اور بندہ اپنے رب سے سوال کرتا اور اس کے پاس سفارش کا طالب ہوتا ہے، نہ کہ رب تعالیٰ بندے سے سوال کرتا اور اس کے ذریعہ سفارش چاہتا ہے۔



قبروں کی شرعی زیارت کا طریقہ

رہی بات قبروں کی شرعی زیارت کی تو زیارت کرنے والا پہلے میت سے سلام اور اس کے لئے دعا کرے، اس کی یہ دعا اس کی نماز جنازہ کے قائم مقام ہوگی، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کو تعلیم دیتے کہ جب وہ قبروں کی زیارت کریں تو یہ دعا پڑھیں:

«السَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ دَارِ قَومٍ، مُؤْمِنِينَ، وَإِنَّا
إِنْ شَاءَ اللَّهُ بِكُمْ لَا حَقُونَ، وَبَرَّحَمُ اللَّهُ
الْمُسْتَقْدِمِينَ مِنَّا وَمِنْكُمْ وَالْمُسْتَأْخِرِينَ،
أَسْأَلُ اللَّهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ اللَّهُمَّ لَا تَحْرِمنَا
أَجْرَهُمْ وَلَا تَفْتَنَا بَعْدَهُمْ».

”اے مومن قوم کے گھر والو! تم پر سلامتی ہو، ان شاء اللہ ہم بھی تم سے ملنے والے ہیں، اللہ ہم میں سے اور تم میں سے پہلے اور بعد میں جانے والوں پر رحم فرمائے، ہم اپنے اور تمہارے لئے عافیت

طلب کرتے ہیں، اللہ! تو ہمیں ان کے اجر سے محروم نہ کرنا اور ہمیں
ان کے بعد آزمائش میں نہ ڈالنا،“

اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مردی ہے، آپ نے فرمایا:
”جو شخص کسی ایسے شخص کی قبر کے پاس سے گزرتا ہے جسے وہ دنیا میں
پہچانتا تھا، پھر اس سے سلام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ جواب دینے کے
لئے اس کی روح لوٹا دیتا ہے، اور اللہ متوفی مومن کے لئے دعا
کرنے والے کو ثواب سے نوازتا ہے، جس طرح اس کی نماز جنازہ
پڑھنے پر اسے ثواب بھیم پہنچاتا ہے۔“

اسی لئے اللہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقین کے لئے دعا اور ان کی
نماز جنازہ پڑھنے سے منع فرمادیا، اللہ نے قرآن میں فرمایا:

﴿وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰ أَحَدٍ مِّنْهُمْ مَاتَ أَبْدًا وَلَا نَقْمَ عَلَىٰ
قَبْرِهِ﴾ (التوبہ: ۸۴)

”ان میں سے کوئی مر جائے تو آپ اس کے جنازے کی ہر گز نماز نہ
پڑھیں اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں،“

مشروع زیارت میں زندہ شخص کو مردے کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی، نہ اس سے کچھ مانگنا ہوتا ہے اور نہ ہی اس کے واسطے سے تقرب حاصل کرنا، بلکہ اس میں تو زندہ شخص میت کو فائدہ بہم پہنچاتا ہے، جیسے اس کی نماز جنازہ پڑھنا۔ اللہ زندہ شخص کی دعا اور نیکی (جیسے اس کی طرف سے صدقہ وغیرہ) کے طفیل اس پر رحم فرماتا ہے، اور دعا کرنے والے کو بھی اس کے عمل کے سبب ثواب عنایت کرتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیث میں ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا:

”جب ابن آدم دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے تو اس کے عمل کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے، سوائے تین چیزوں کے۔ ۱۔ صدقہ جاریہ ۲۔ ایسا علم جس سے اس کی وفات کے بعد لوگوں کو فائدہ پہنچے ۳۔ نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرنے“



پہلی فصل:

اس شخص کا حکم جو کسی نبی یا نیک آدمی کی قبر پر سوال اور فریاد کرنے کے لئے آئے

جو شخص کسی نبی یا صالح آدمی کی قبر کے پاس آتا ہے یا جو شخص کسی قبر کے بارے میں یہ سمجھتا ہے کہ وہ کسی نبی یا نیک آدمی کی قبر ہے حالانکہ ایسا نہیں، پھر اس سے سوال کرتا یا مدد طلب کرتا ہے تو اس کی تین فتیمیں کی جاسکتی ہیں۔

پہلی قسم:

یہ کہ اس سے اپنی ضرورت کی ایسی چیز مانگے جس پر صرف اللہ ہی قادر ہے، جیسے اس سے اپنی یا اپنے جانور کی بیماری سے نجات طلب کرے یا اپنے قرض کی ادائیگی اور اپنے دشمن سے انتقام چاہے، یا اپنی اور اپنے افراد خانہ اور جانور کی عافیت طلب کرے وغیرہ وغیرہ۔ تو یہ صریح کفر ہے، ایسے آدمی

سے توبہ کرانی ضروری ہے، توبہ نہ کرنے کی صورت میں اس کی گردان مار دی جائے گی۔

اگر یہ کہتا ہے کہ میں اس سے اس لئے سوال کرتا ہوں کہ وہ میرے بہ نسبت اللہ سے زیادہ قریب ہے تاکہ وہ میری ان امور میں شفاعت کرے، اور میں اس کے ذریعے اللہ کا قرب تلاش کرتا ہوں جس طرح بادشاہ کے حاشیہ برداروں اور مددگاروں سے اس کا قرب تلاش کیا جاتا ہے، پھر تو یہ مشرکوں اور نصرانیوں کے فعل جیسا ہے کیونکہ ان کا دعویٰ ہے کہ وہ اپنے علماء وزہاد کو سفارشی بناتے ہیں اور ان کی، اپنی ضرورتوں میں سفارش طلب کرتے ہیں، اور ایسا ہی اللہ نے مشرکوں کے بارے میں کہا ہے کہ وہ کہتے ہیں:

﴿مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقْرِبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَى﴾ (الزمر: ۳)

”(اور کہتے ہیں) کہ ہم ان کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ یہ (بزرگ) اللہ کی نزدیکی کے مرتبہ تک ہماری رسائی کر دیں،“

اور اللہ نے فرمایا:

﴿أَمِ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ شُفَعَاءً فَلْ أَوْلَوْ كَانُوا لَا يَمْلِكُونَ شَيْئًا وَلَا يَعْقِلُونَ ○ قُلْ لِلَّهِ أَكْلَمَ شَفَعَةٍ جَمِيعًا لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ﴾

(الزمر : ۴۳ ، ۴۴)

”کیا ان لوگوں نے اللہ کے سوا (اوروں) کو سفارشی مقرر کر رکھا ہے؟ آپ کہہ دیجئے! کہ گوہ کچھ بھی اختیار نہ رکھتے ہوں اور نہ عقل رکھتے ہوں، کہہ دیجئے! کہ تمام سفارش کا مختار اللہ ہی ہے، تمام آسمان اور زمین کا راج اسی کے لئے ہے، تم سب اسی کی طرف پھیرے جاؤ گے“

اور اللہ نے فرمایا:

﴿مَا لَكُمْ مِنْ دُونِنِي مِنْ وَلِيٍّ وَلَا شَفِيعٌ أَفَلَا نَتَذَكَّرُونَ﴾

(السجدۃ : ۴)

”تمہارے لئے اس کے سوا کوئی مددگار اور سفارشی نہیں، کیا پھر بھی تم نصیحت حاصل نہیں کرتے“

اور اللہ نے فرمایا:

﴿مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ﴾ (آل عمران: ۲۵۵)

”کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کے سامنے شفاعت کر سکے“

اس طرح اللہ نے اپنے اور اپنی مخلوق کے درمیان فرق کو واضح کر دیا، کیونکہ لوگوں کی عادت ہے کہ وہ عظیم شخص کے ہاں ان عظیم لوگوں کی سفارش چاہتے ہیں جو اس کی نگاہ میں عزیز ہوں، پھر وہ سفارشی اس سے سوال کرتا ہے اور وہ اسے طوعاً و کرھا یا شرعاً حضوری اور محبت یا کسی اور سبب سے اسے پورا کر دیتا ہے، جبکہ اللہ کے ہاں کوئی سفارشی اس کی اجازت کے بغیر سفارش نہیں کر سکتا، اور نہ اس کی مشیت کے خلاف کچھ کر سکتا ہے، اور سفارش کرنے والے کی سفارش اللہ کی اجازت سے ہی ہوتی ہے، اور تمام کے تمام اختیارات اسی کے پاس ہیں۔

اسی لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک متفق علیہ حدیث میں جس کے راوی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں، فرمایا:

”تم میں سے کوئی یہ ہرگز نہ کہے کہ اے اللہ اگر تو چاہے تو مجھے بخش دے، اے اللہ اگر تو چاہے تو مجھے پر حم کر، بلکہ یقین کے ساتھ سوال کرے، کیونکہ اللہ کو (دعاء قبول کرنے سے) کوئی روکنے والا نہیں،“

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح فرمادیا کہ رب سبحانہ جو چاہتا ہے کرتا ہے، کوئی اسے کسی چیز کے اختیار کرنے پر مجبور نہیں کر سکتا جس طرح شافع مشفوع کو مجبور کر دیتا ہے اور جس طرح سائل مسئول کو اصرار اور سوال سے مجبور کر دیتا ہے، پس رغبت اللہ ہی کی طرف ہونی چاہئے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَإِذَا فَرَغْتَ فَأَنْصَبْ ○ وَإِلَيْ رَبِّكَ فَازْغَبْ﴾ (الشرح: ۷، ۸)

”پس جب تو فارغ ہو تو عبادت میں محنت کر اور اپنے پروردگار ہی کی طرف دل لگا،“

اور خوف اللہ سے ہونا چاہئے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَإِنَّمَا فَارَهُمُونِ﴾ (آل بقرة: ۴۰)

”او مجھہ ہی سے ڈرو،“

اور فرمایا:

﴿فَلَا تَخْشُوْا النَّاسَ وَأَخْشُوْنِ﴾ (المائدة: ۴۴)

”اب تمہیں چاہئے کہ لوگوں سے نہ ڈرو اور صرف میرا ذر رکھو“

اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں دعا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کا حکم دیا
اور اسے ہماری دعا کی قبولیت کا سبب قرار دیا ہے۔

بہت سے گمراہ لوگوں نے کہا ہے کہ یہ (بندہ) میری نسبت اللہ کے
یہاں زیادہ قریب ہے اور میں اللہ سے دور، اس لئے اس کے واسطے کے بغیر
اللہ کو پکارنا میرے لئے ممکن نہیں، تو یہی مشرکین بھی کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ
فرماتا ہے:

﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادٍ عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ
دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ﴾ (البقرة: ۱۸۶)

”جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے سوال کریں تو
آپ کہہ دیں کہ میں بہت ہی قریب ہوں ہر پکارنے والے کی پکار کو
جب بھی وہ مجھے پکارے قبول کرتا ہوں“

حدیث میں آتا ہے کہ صحابہ نے کہا یا رسول اللہ! ہمارا رب قریب ہے کہ اس سے سرگوشی کریں یادو رہے کہ اسے آواز لگائیں، تو اللہ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی، اور صحیح میں ہے کہ وہ ایک سفر میں با آواز بلند تکبیر کہہ رہے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”اے لوگو! اپنی جانوں پر رحم کرو، کیونکہ تم بہرے اور غیر حاضر کو نہیں پکار رہے ہو، بلکہ جس کو تم پکار رہے ہو وہ تم میں سے ہر ایک کی سواری کی گردن سے بھی قریب ہے“

بیشک اللہ نے اپنے سارے نبیوں کو اپنے لئے نماز پڑھنے اور مناجات کرنے کا حکم دیا ہے نیز سب کو

﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾ (الفاتحة: ۵)

”ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں“

کہنے کا حکم دیا ہے، اور یقیناً اللہ نے مشرکوں کے بارے میں فرمایا کہ وہ کہتے ہیں:

﴿مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقْرَبُونَا إِلَى اللَّهِ مُلْفَى﴾ (الزمر : ۳)

”(اور کہتے ہیں) کہ ہم ان کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ یہ (بزرگ) اللہ کی نزدیکی کے مرتبے تک ہماری رسائی کر دیں“ پھر اس مشرک سے کہا جائے گا کہ اگر تم نے فلاں شخص کو اس خیال سے پکارا ہے کہ وہ تمہارے حال کو بہتر جانتا ہے، تمہاری مانگ پوری کرنے پر زیادہ قادر ہے اور تمہارے اوپر زیادہ مہربان ہے، پھر تو یہ گمراہی، نادانی اور کفر ہے، اور اگر تم یہ جانتے ہو کہ بیشک اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے، زیادہ قدرت رکھتا ہے اور زیادہ رحم فرماتا ہے تو تم اس سے سوال کرنے کے بجائے دوسروں سے کیوں سوال کرتے ہو؟ کیا تم وہ حدیث نہیں سنتے جسے امام بخاری وغیرہ نے جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت کی ہے؟ وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں سارے معاملات میں استخارہ سکھاتے جس طرح قرآن کی سورتیں سکھاتے تھے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی کسی (دنیاوی) کام کرنے کا ارادہ کرے تو دور کعت سنت ادا کرے، پھر یہ کہے:

«اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْتَخِرُكَ بِعِلْمِكَ، وَأَسْتَقْدِرُكَ
 بِقُدْرَتِكَ، وَأَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيمِ، فَإِنَّكَ
 تَقْدِرُ وَلَا أَقْدِرُ، وَتَعْلَمُ، وَلَا أَعْلَمُ، وَأَنْتَ
 عَلَامُ الْغُيُوبِ، اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هَذَا
 الْأَمْرَ خَيْرٌ لِي فِي دِينِي وَمَعَاشِي، وَعَاقِبَةُ
 أَمْرِي فَاقْدُرْهُ لِي وَيَسِّرْهُ لِي ثُمَّ بَارِكْ لِي فِيهِ،
 وَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هَذَا الْأَمْرَ شَرٌّ لِي فِي دِينِي
 وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةُ أَمْرِي فَاصْرِفْهُ عَنِّي وَاصْرِفْنِي
 عَنْهُ وَاقْدُرْ لِي الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ ثُمَّ أَرْضِنِي
 بِهِ».

”اے اللہ! تیرے علم کے ذریعہ میں بھلائی کا طلبگار ہوں، تیری
 قدرت کے ذریعہ میں قدرت کا طالب ہوں اور تیرے فضل عظیم کا
 میں سوالی ہوں کیونکہ تو قادر ہے میں نہیں، تو جانتا ہے میں نہیں اور
 تو علام الغیوب ہے۔ اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے

معاش، دین اور انجام کار کے اعتبار سے بہتر ہے تو میرے لئے اسے مقدر اور آسان بنادے، پھر اس میں برکت دے اور اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے معاش، دین اور انجام کے اعتبار سے برا ہے تو اسے مجھ سے دور فرمادے اور مجھ کو اس سے دور، اور میرے لئے بھلائی کو جہاں کہیں ہو مقدر کر دے، پھر مجھے اس سے راضی کر دے۔“

راوی کہتے ہیں کہ پھر اپنے کام کا نام لے، بندے کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ کہے:

”تیرے علم کے ذریعہ میں بھلائی کا طلبگار ہوں، تیری قدرت کے ذریعہ میں قدرت کا طالب ہوں اور تیرے فضل عظیم کا سوال کرتا ہوں“

اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ وہ تمہاری بہ نسبت اللہ سے زیادہ قریب ہے اور اللہ کے ہاتھ سے بلند درجہ ہے تو یہ حق ہے، مگر اس کلمہ حق سے باطل مراد لیا گیا ہے، کیونکہ جب وہ تم سے اللہ کے ہاتھ زیادہ قریب اور تم سے بلند درجہ

والا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ اسے تمہاری بہ نسبت زیادہ ثواب دے گا اور نوازے گا، اس کا مطلب یہ نہیں کہ جب تم اسے پکارو گے تو اللہ تمہاری ضرورت کو زیادہ پوری کرے گا۔ بہ نسبت اس کے کہ اگر تم اللہ کو پکارو، کیونکہ تو اگر سزا کا مستحق ہے اور دعا کا ممن آ سکی (مثلاً وہ شخص جس میں سرکشی اور حمد سے تجاوز ہے) تو نبی اور نیک آدمی بھی اللہ کی ناپسندیدگی کے خلاف تمہاری مدد نہیں کر سکتے اور نہ ہی اللہ کی مبغوض چیز کو حاصل کرنے کی کوشش کریں گے، اور اگر ایسا نہیں تو پھر اللہ ہی رحمت اور قبول کرنے کا زیادہ حقدار ہے۔



زندہ یا فوت شدہ شخص سے دعا کرانا

اگر تم یہ کہتے ہو کہ اگر اس نے اللہ سے دعا کی تو اللہ اس کی دعا کو تھہاری دعا سے بہتر قبول کرے گا تو یہ دوسری قسم ہے۔

دوسری قسم:

دوسری قسم یہ ہے کہ تم اس سے کام نہ طلب کرو اور نہ ہی اسے پکارو لیکن تم اس سے اپنے لئے دعا کراؤ جیسے تم کسی زندہ آدمی سے اپنے لئے دعا کرنے کو کہتے ہو جیسے صحابہ رضوان اللہ علیہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا طلب کرتے تھے تو یہ جائز ہے، جیسا کہ (اس کا بیان) پہلے گزر چکا ہے لیکن وفات شدہ انبیاء و صالحین وغیرہ سے یہ کہنا کہ ہمارے لئے دعا کریں یا اپنے رب سے ہمارے لئے سوال کریں جائز نہیں کیونکہ ایسا صحابہ اور تابعین میں سے کسی

نے نہیں کہا ہے، نہ کسی امام نے اس کا حکم دیا ہے، اور نہ ہی ایسی کوئی حدیث وارد ہوئی ہے، بلکہ صحیح بخاری میں ہے کہ صحابہ کرام عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جب قحط کے شکار ہوئے تو عباس رضی اللہ عنہ کے ذریعہ بارش طلب کی۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، اے اللہ! جب ہم قحط زدہ ہوتے تھے تو اپنے نبی کے ذریعہ تیراوسیلہ ڈھونڈتے تھے تو ٹو ٹو ہمیں سیراب کر دیتا تھا، اور اب ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پچاکے ذریعہ تیرا قرب تلاش کرتے ہیں، اس لئے ہم پر بارش نازل فرماء، تو ان پر بارش نازل ہو جاتی۔

لیکن انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس آ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کرنے اور بارش طلب کرنے کے لئے نہیں کہا اور نہ یہ کہا کہ ہم آپ سے قحط کا شکوہ کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ، اور نہ کسی صحابی نے ایسا کیا بلکہ یہ بدعت ہے جس پر اللہ نے کوئی دلیل نہیں اتاری، بلکہ جب وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس آتے تو ان پر سلام پڑتے، لیکن دعا کرتے وقت قبر کے رو برو ہو کر دعا نہیں کرتے بلکہ وہاں سے ہٹ کر قبلہ رو ہو کر اللہ وحدہ لا شریک سے دعا کرتے، جس طرح دیگر جگہوں پر اسے

پکارتے اور اس سے دعا کرتے ہیں۔

یہ اس لئے کہ مَوْ طاوِ غیرہ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
 ”اے اللہ میری قبر کو بت نہ بنانا کہ اس کی عبادت کی جانے لگے،
 اللہ کا سخت غصب ہوا یہی قوموں پر جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں
 کو مسجد بنالیا،“

اور سنن میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
 ”میری قبر پر میلے ٹھیلے نہ لگانا، اور میرے اوپر درود بھیجو جہاں کہیں
 رہو، بیشک تمہارا درود مجھ تک پہنچنے والا ہے“
 اور صحیح میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض الموت میں
 فرمایا:

”اللہ کی لعنت ہو یہود و نصاریٰ پر کہ انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں
 کو مسجد بنالیا،“

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے فعل سے متنبہ کیا ہے، حضرت
 عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اگر مسجد بنائے جانے کا خوف نہ ہوتا تو آپ

کی قبر کھلی جگد میں ہوتی، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قبر کو مسجد بنایا جانا پسند نہیں کیا۔ صحیح مسلم میں روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی موت سے پانچ روز پہلے فرمایا:

”تم سے پہلے کے لوگ قبوں کو مسجد بنالیا کرتے تھے، خبردار! قبوں کو مساجد نہ بنانا، میں تمہیں اس سے منع کرتا ہوں“
اور سنن ابو داؤد میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
”قبوں کی زیارت کرنے والیوں، اس پر مسجد بنانے والوں اور
چراغاں کرنے والوں پر اللہ کی لعنت ہو“

اسی لئے ہمارے علماء نے قبوں پر مسجد بنانے کو جائز قرار نہیں دیا اور کہا کہ قبر اور اس کے مجاوروں کے لئے کسی بھی چیز جیسے پیسہ، تیل، شمع اور جانور وغیرہ کی نذر ماننا جائز نہیں بلکہ تمام کی تمام نذر نافرمانی کی نذر ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیث میں ثابت ہے کہ انہوں نے فرمایا:
”جس نے اللہ کی اطاعت کی نذر مانی ہے تو اس کی اطاعت کرے
اور جس نے اللہ کی معصیت کی نذر مانی ہے تو اس کی نافرمانی نہ
کرے“ (یعنی نذر توڑ دے)

معصیت کی نذر مانے والے پر (اسے توڑنے کی صورت میں) قسم کا کفارہ ہے کہ نہیں؟ اس کے بارے میں علماء کے دو اقوال ہیں۔ اس لئے ائمہ سلف میں سے کسی نے نہیں کہا کہ قبوں کے پاس یا وہاں بنی ہوئی عمارتوں میں نماز پڑھنا بہتر یا مستحب ہے، اور نہ ہی یہ کہا کہ وہاں دوسری جگہوں کے مقابلے میں نماز پڑھنا اور دعا کرنا افضل ہے، بلکہ سارے علماء کا اتفاق ہے کہ مسجد اور گھروالی نماز قبوں کے پاس پڑھی جانے والی نماز سے بہتر ہے، خواہ وہ قبریں انبیاء اور صالحین ہی کی کیوں نہ ہو اور خواہ اسے درگاہ کہا جا رہا ہو یا نہیں۔

اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی چیزوں کو مسجدوں میں مشروع قرار دیا ہے، جبکہ درگاہوں میں نہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللَّهِ أَن يُذْكَرَ فِيهَا أَسْمُمُ وَسَعَى فِي حَرَابِهَا﴾ (آل بقرہ: ۱۱۴)

”اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہے جو اللہ تعالیٰ کی مسجدوں میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کئے جانے کو روکے اور ان کو بر باد کرنے کی کوشش کرے“

اور درگاہ کا نام نہیں لیا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَا تُبَشِّرُوهُنَّ وَأَنْتُمْ عَدِيكُفُونَ فِي الْمَسْجِدِ﴾

(البقرة: ۱۸۷)

”اور عورتوں سے اس وقت مباشرت نہ کرو جب کہ تم مسجدوں میں اعتکاف میں ہو“،

اور درگاہ نہیں کہا۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قُلْ أَمَرَ رَبِّي بِالْقِسْطِ وَأَقِيمُوا وُجُوهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ﴾ (الأعراف: ۲۹)

”آپ کہہ دیجئے کہ میرے رب نے حکم دیا ہے انصاف کا اور یہ کہ تم ہر سجدہ کے وقت اپنارخ سیدھا رکھا کرو“،

اور اللہ نے فرمایا:

﴿إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَجِدَ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ
الْآخِرِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَإِذَا أَلَّرَكَوْهُ وَلَمْ يَخْشَ
إِلَّا اللَّهُ فَعَسَى أَنْ يَكُونُوا مِنَ الْمُهَتَّدِينَ﴾

(التوبہ: ۱۸)

”اللہ کی مسجدوں کی رونق و آبادی تو ان کے حصے میں ہے جو اللہ پر
اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہوں، نمازوں کے پابند ہوں،
زکوٰۃ دیتے ہوں، اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرتے ہوں، توقع ہے کہ
یہی لوگ یقیناً ہدایت یافتہ ہیں“

اور اللہ نے فرمایا:

﴿وَأَنَّ الْمَسَجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا﴾

(الجن: ۱۸)

”اویریہ کہ مسجدیں صرف اللہ ہی کے لئے خاص ہیں، پس اللہ کے
ساتھ کسی اور کوئی پکارو“
اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”آدمی کی مسجد والی نماز، اس کے گھر اور بازار والی نماز سے پچیس گنا
فضل ہے“

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”جس نے اللہ کے لئے مسجد بنائی، اللہ اس کے لئے جنت میں گھر
بنائے گا“

رہی قبوں کی بات تو ان پر مسجد بنانے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع
فرمایا ہے اور ایسا کرنے والے پر لعنت تھیجی ہے، اللہ کے اس قول:

﴿وَقَالُوا لَا نَذِرْنَّ إِلَهَكُمْ وَلَا نَذَرْنَ وَلَا سُوَاعًا وَلَا
يَغُوثَ وَيَعْوَقَ وَنَسْرًا﴾ (نوح: ۲۳)

”اوکہا انہوں نے کہ ہرگز اپنے معبودوں کو نہ چھوڑنا اور نہ وداور
سواع اور یغوث اور یعوق اور نسر کو (چھوڑنا)“

اس بارے میں بہت سے صحابہ اور تابعین نے جیسا کہ امام بخاری نے
اپنی صحیح، طبرانی وغیرہ نے اپنی تفسیر اور وثیقہ وغیرہ نے *قصص الأنبياء* وغیرہ
میں ذکر کیا ہے کہ یہ قوم نوح کے نیک لوگوں کے نام ہیں، ان کے مرنے کے

بعد لوگ ان کی قبروں کے مجاور بن بیٹھے، پھر ایک مدت گزر جانے کے بعد ان لوگوں نے ان کے مجسموں کو بت بنا لیا۔ قبروں کی مجاوری اور اس کا مسح کرنا اور چومنا، اس کے پاس یا اس میں (اس پر بنائی گئی عمارتوں میں) داخل ہو کر دعا کرنا یہ سب چیزیں شرک اور بتوں کی عبادت کی بنیاد ہیں، اسی لئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”اے اللہ! میری قبر کو بت نہ بنانا کہ اس کی عبادت کی جانے لگے“

علماء کا اتفاق ہے کہ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے انبیاء و صالحین (خواہ صحابہ ہوں یا اہل بیت وغیرہ) کی قبروں کی زیارت کرے تو اسے نہ اس کا مسح کرنا چاہئے اور نہ ہی چومنا چاہئے، کیونکہ دنیا میں حجر اسود کے سوا کوئی ایسا پتھر یا جماد نہیں کہ جس کا چومنا مشروع ہو، صحیحین میں ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے (حجر اسود سے مخاطب ہو کر) کہا، اللہ کی قسم! میں جانتا ہوں کہ تو پتھر ہے نہ نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان، اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے نہ چومتا۔

اس لئے بااتفاق علماء کسی کے لئے خانہ کعبہ کے دونوں کونوں (جو حجر اسود

سے ملے ہوئے ہیں) یا خانہ کعبہ کی دیواروں، یا مقام ابراہیم اور بیت المقدس کی چٹان (جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اسی جگہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج ہوئی) یا کسی صالح اور نبی کی قبر کو بوسہ دینا مشروع نہیں۔ یہاں تک فقہاء نے سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ممبر پر (جب یہ موجود تھا) ہاتھ رکھنے کے بارے میں اختلاف کیا ہے، اسے امام مالک وغیرہ نے ناپسند کیا ہے کیونکہ یہ بدعت ہے، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ نے جب عطا کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا تو ان سے علم ہی نہیں لیا، جبکہ امام احمد وغیرہ نے اس کی رخصت دی ہے کیونکہ ابن عمر نے ایسا کیا ہے۔ رہی بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے مسح کی تو اسے سارے لوگوں نے ناپسند اور منع کیا ہے۔ اس لئے کہ وہ جانتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم شرک کے وسیلہ کو ختم، تو حیدر کو ثابت اور اللہ کے لئے دین کو خالص کرنا چاہتے تھے۔

اس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی زندہ نیک آدمی سے ان کی زندگی میں مانگنے اور ان کی وفات کے بعد یا غیر موجودگی میں مانگنے کے مابین

فرق واضح ہو گیا، یہ اس لئے کہ ان کی زندگی اور موجودگی میں ان کی کوئی عبادت نہیں کرتا تھا، انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام اور صالحین اپنی زندگی اور موجودگی میں کسی کو اجازت نہیں دیتے کہ ان کو شریک بنایا جائے، بلکہ اس سے منع فرماتے اور اس پر سزا بھی دیتے تھے، اس لئے عیسیٰ مسح علیہ السلام نے کہا:

﴿إِنَّمَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَا أَمْرَتَنِي بِهِ أَنْ أَعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي
وَرَبَّكُمْ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي
كُنْتَ أَنْتَ الْرَّقِيبُ عَلَيْهِمْ وَأَنْتَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ
شَهِيدٌ﴾ (المائدۃ: ۱۱۷)

”میں نے تو ان سے اور کچھ نہیں کہا مگر صرف وہی جوتونے مجھ سے کہنے کو فرمایا تھا کہ تم لوگ اللہ کی بندگی اختیار کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے، میں ان پر گواہ رہا جب تک ان میں رہا پھر جب تو نے مجھ کو اٹھایا تو تو ہی ان پر مطلع رہا اور تو ہر چیز کی پوری خبر رکھتا ہے“

اور ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا، ماشاء اللہ و شفت (جو اللہ چاہیں اور جو آپ چاہیں) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو نے مجھے اللہ کا شریک بنالیا؟ صرف اللہ ہی جو چاہے اور کہا کہ یہ نہ کہو کہ جو اللہ چاہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) چاہیں، البتہ یہ کہو ماشاء اللہ ثم شاء محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہ جو اللہ چاہے اور پھر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) چاہیں، اور جب ایک چھوٹی بچی نے یہ کہا کہ ہمارے درمیان رسول اللہ ہیں جو کل کی بات جانتے ہیں! تو آپ نے کہا کہ یہ نہ کہو، جو (پہلے) کہہ رہی تھیں وہی کہو، اور فرمایا کہ مجھے میرے مرتبہ سے بلند نہ کرنا، جس طرح عیسائیوں نے ابن مریم کو بلند کر دیا تھا، میں صرف ایک بندہ ہوں، لپس تم اللہ کا بندہ اور رسول کہو، اور جب لوگ آپ کے پیچھے صف باندھ کر کھڑے ہوئے تو فرمایا کہ میری تعظیم اس طرح نہ کرو جس طرح عجمی ایک دوسرے کی تعظیم کرتے ہیں۔

انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ صحابہ کی نگاہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی بھی محبوب نہیں تھا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر کھڑے نہیں ہوتے تھے، کیونکہ اسے وہ مکروہ سمجھتے تھے اور جب معاذ رضی اللہ عنہ

نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سجدہ کیا تو آپ نے منع فرمایا اور کہا کہ سجدہ صرف اللہ کے لئے درست ہے، اگر میں کسی کو کسی کے سجدہ کا حکم دیتا تو عورت کو دیتا کہ وہ اپنے خاوند کا سجدہ کرے، کیونکہ شوہر کا اس پر عظیم حق ہے۔ اور جب علی رضی اللہ عنہ کے پاس ان زنا دقتہ (جو زبان سے دعوا نے مسلمانی کریں مگر علی الاعلان عملًا اس کا ابطال کریں) کو لایا گیا جنہوں نے ان کے بارے میں غلوکرتے ہوئے الوہیت کا اعتقاد رکھ لیا تھا، تو علی رضی اللہ عنہ نے انہیں آگ میں جلانے کا حکم دیا۔

یہ رہا حال اللہ کے انبیاء اور اولیاء کا۔ جبکہ اپنے لئے غلو اور نا حق تعظیم کو، زمین میں فساد اور تکبیر کا خواہش مند شخص ہی صحیح قرار دیتا ہے۔ جیسے فرعون اور اس کے ہم خیال اور گمراہوں کے پیروں، جن کا مقصد زمین میں میں فساد و تکبیر برپا کرنا، انبیاء و صلحین کے ذریعہ فتنے پھیلانا، ان کو رب ماننا اور ان کی غیر موجودگی اور مرنے کے بعد ان کو شریک بنانا، جیسا کہ عزیز و مسیح علیہما السلام کو شریک بنایا گیا۔

اس سے یہ واضح ہو گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور نیک آدمی سے ان کی

زندگی اور موجودگی میں مانگنے اور ان کی غیر موجودگی اور مرنے کے بعد مانگنے کے درمیان کیا فرق ہے۔ صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے زمانے میں سلف امت کے کسی بھی فرد نے انبیاء کی قبروں کے پاس نہ تو نماز اور دعا کو افضل قرار دیا ہے اور نہ ان سے سوال کیا ہے اور نہ ہی ان کی غیر موجودگی اور نہ ان کی قبروں کے پاس ان سے فریاد کی ہے اور اسی طرح کسی نے بھی ان کی قبروں پر (بھی) ڈریہ نہیں ڈالا۔

یہ بڑا شرک ہے کہ آدمی فوت شدہ یا غائب شخص سے مدد طلب کرے (جیسا کہ سائل نے ذکر کیا ہے) اور پریشانی کے وقت اس سے فریاد کرتے ہوئے کہے کہ اے فلاں سید! گویا کہ وہ اپنے قول سے حصول منفعت یا ازالہ ضرر چاہتا ہے، تو ایسا ہی نصاریٰ، عیسیٰ اور ان کی ماں نیزا اپنے علماء اور عبادت گزاروں (درویشوں) کے بارے میں کہتے اور اعتقاد رکھتے ہیں۔ اور یہ معلوم ہے کہ اللہ کے نزدیک مخلوق میں سب سے افضل اور باعزت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اور صحابہ کرام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام اور حق کو سب سے بہتر جانتے تھے، لیکن ان لوگوں نے ایسا کچھ نہ تو ان کی غیر

موجودگی میں کیا اور نہ ان کی موت کے بعد۔ یہ مشرکین شرک کے ساتھ جھوٹ کی بھی آمیزش کرتے ہیں، کیونکہ جھوٹ شرک کے ساتھ جزا ہوا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوَثِينَ وَاجْتَنِبُوا قَوْكَ
الرُّورِ﴾ ○ حُنَفَاءُ لِلَّهِ عَيْرَ مُشْرِكِينَ يِهِ﴾ (الحج : ۳۱، ۳۰)

”پس تمہیں بتوں کی گندگی سے بچتے رہنا چاہئے اور جھوٹی بات سے بھی پرہیز کرنا چاہئے اللہ کی توحید مانتے ہوئے اس کے ساتھ کسی کوشش کرنے کرتے ہوئے“

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”جھوٹی گواہی اللہ کے ساتھ شرک کے برابر قرار دی گئی ہے“ یہ دو یا تین بار دہرا�ا
اور اللہ نے فرمایا:

﴿إِنَّ الَّذِينَ أَخْذُوا أَعْجَلَ سَيَّنَاهُمْ غَضَبٌ مِنْ رَبِّهِمْ
وَذَلَّةٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَكَذَلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِينَ﴾

(الأعراف: ۱۵۲)

”بیشک جن لوگوں نے بھڑے کی پوجا کی ان پر بہت جلد ان کے رب کی طرف سے غصب اور ذلت اس دنیوی زندگی ہی میں پڑے گی اور ہم افترا پر دازوں کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں“

اور خلیل اللہ علیہ السلام نے فرمایا:

﴿إِنَّمَا يُحِبُّ الْمُجْرِمُونَ إِنَّمَا يُحِبُّ الْمُجْرِمُونَ إِنَّمَا يُحِبُّ الْمُجْرِمُونَ﴾ (الصفات: ۸۶، ۸۷)

”کیا تم اللہ کے سوا بھڑے ہوئے معبد چاہتے ہو تو یہ (بتلاو) کہ تم نے رب العالمین کو کیا سمجھ رکھا ہے“

ان کا ایک جھوٹ یہ بھی ہے کہ ان میں سے کوئی اپنے شیخ کے بارے میں یہ کہتا ہے کہ یقیناً اگر مرید مغرب میں ہو اور شیخ مشرق میں، اور اس کا سرپوش ہٹ جائے تو شیخ اسے واپس ڈال دیتے ہیں، اور اگر پیر ایسا نہ کر سکیں تو وہ پیر ہی نہیں۔ شیاطین انہیں اسی طرح بھٹکاتے ہیں جس طرح بت پستوں اور عربوں کو ان کے بتوں کے تعلق سے، اور کو اکب اور شرک و جادو کے طلسم پستوں کو بھٹکاتے رہتے ہیں، اور جس طرح شیاطین تاتاریوں، ہندوستانیوں

اور سوڈائیوں وغیرہ دوسرے مشرکوں کو گراہ کرتے رہتے ہیں اور ان سے ہمکلام ہوتے رہتے ہیں۔ بہت سے لوگوں کے ساتھ ایسا ہی ہوتا ہے، خاص کر سیئی اور تالی سننے کے وقت، کیونکہ شیاطین ان پر اتر کر انہیں مصیبت میں بٹلا کر دیتے ہیں جس طرح آسیب زدہ کوشید یہ غصہ، چنگھاڑ اور چیخ و پکار میں بٹلا کر دیتے ہیں، اور آسیب زدہ ایسی باتیں کرتا ہے جسے نہ وہ خود سمجھتا ہے اور نہ حاضرین، اور ایسا ہی ان گراہ لوگوں کے ساتھ (بھی) پیش آسکتا ہے۔



مرتبہ اور عزت کا واسطہ دے کر قرب تلاش کرنا

تیسرا قسم:

تیسرا قسم یہ ہے کہ آدمی کہے کہ اے اللہ! تو اپنے نزدیک فلاں کے مرتبے، یا فلاں کی برکت یا فلاں کی عزت کے حوالے سے میرے لئے ایسا ایسا کر دے، ایسا بہت سے لوگ کرتے ہیں لیکن صحابہ، تابعین اور امامت کے سلف میں سے کسی سے منقول نہیں کہ وہ اس طرح کے واسطوں سے دعا کرتے تھے، اور جو میں بیان کر رہا ہوں اس کے بارے میں کسی (بھی) عالم کا (مجھے) کوئی قول نہیں ملاسوانے فقیہ محمد بن عبد السلام کے، جن کے فتاوے میں میں نے دیکھا ہے، وہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور کے رتبہ کا حوالہ دینا کسی کے لئے جائز نہیں، بشرطیکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق سے حدیث صحیح ہو۔ فتویٰ کی تفصیل یہ ہے کہ نسائی و ترمذی وغیرہ

نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعض اصحاب کو سکھلا�ا کہ جب دعا کرو تو کہو کہ اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں، اور تیرے نبی، نبی رحمت کے واسطے سے تیرا قرب تلاش کرتا ہوں۔ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) اے رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حاجت برائی کے لئے میں آپ کے واسطے سے اپنے رب کا قرب تلاش کرتا ہوں۔ اے اللہ! میرے بارے میں ان کی شفاعت قبول فرمائے۔ ایک جماعت نے اس حدیث سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے ان کی زندگی میں اور مرنے کے بعد بھی توسل پر استدلال کیا ہے اور کہا ہے کہ وسیلہ میں نہ مخلوق کو پکارا جاتا ہے اور نہ ان سے مدد مانگی جاتی ہے بلکہ اس میں ان کے رتبے کے حوالے سے اللہ سے دعا اور فریاد کی جاتی ہے۔ جیسا کہ سنن ابن ماجہ میں یہ روایت آتی ہے کہ آپ نے نماز کے لئے جانے والے کے بارے میں کہا کہ وہ یہ کہے:

”اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ إِلَيْكَ“

”اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرنے والے کے حق اور اپنے مسجد جانے کے حق کا واسطہ دے کر تجھ سے سوال کرتا ہوں کیونکہ میں نہ تو

از راہ تکبر و غرور نکلا ہوں نہ ہی ریا و نمود کی خاطر بلکہ میں تو تیری
نار اضکی سے بچنے اور تیری رضا کی طلب میں نکلا ہوں، اس لئے تجھ
سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے آگ سے بچائے اور میرے گناہوں کو
بخش دے، کیونکہ تیرے سوا کوئی گناہ معاف کرنے والا نہیں،“

ان لوگوں کا کہنا ہے کہ اس حدیث میں سائل نے سوال کرنے والوں
کے حق اور نماز کے لئے اپنی روانگی کے حق کا حوالہ دے کر اللہ سے سوال کیا
اور اللہ نے اپنے اوپر حق لازم کر لیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَكَانَ حَقًا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ﴾ (الروم: ۴۷)

”ہم پر مونوں کی مدد کرنا لازم ہے“

اور اللہ نے فرمایا:

﴿كَانَ عَلَى رَبِّكَ وَعْدًا مَسْتُحْلِلًا﴾ (الفرقان: ۱۶)

”یہ تو آپ کے رب کے ذمہ وعدہ ہے جو قابل طلب ہے“

اور صحیحین میں معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے ان سے کہا، اے معاذ! جانتے ہو اللہ کا حق بندوں پر کیا ہے؟

کہا، اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ اسی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنائیں“

پھر آپ نے پوچھا کہ جانتے ہو ایسا کرنے پر بندوں کا اللہ پر کیا حق بنتا ہے؟

”ان کا حق اللہ پر یہ ہے کہ انہیں عذاب نہ دے“ اور کئی حدیثوں میں آیا ہے کہ اللہ پر یہ حق وہ حق ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

”جس نے شراب نوشی کی تو اللہ چالیس دن تک اس کی نماز قبول نہیں کرے گا، اگر وہ تو بہ کرتا ہے تو اللہ قبول کر لیتا ہے، پھر اگر تیری اور چوتحی بار پیتا ہے تو اللہ پر حق ہے کہ اسے ”طیۃ النجاش“ پلائے۔ پوچھا گیا کہ طیۃ النجاش کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: جہنمیوں کا پیپ اور ان کے زخموں سے رسنے والا پانی“

دوسری جماعت کا کہنا ہے کہ اس (حدیث) میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے ان کی موت کے بعد اور غیر حاضری میں، تو سل کا جواز نہیں ملتا بلکہ اس میں (صرف) ان کی زندگی اور موجودگی میں تو سل کا جواز ہے، جیسا کہ صحیح بخاری کی روایت ہے کہ حضرت عمر نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ذریعہ بارش طلب کرتے ہوئے کہا کہ اے اللہ! جب ہم نقط کے شکار ہوتے تو اپنے نبی کے واسطے سے تیرا قرب تلاش کرتے تھے، تو تو ہمیں سیراب کر دیتا تھا، اور (اب) ہم تیرے نبی کے پچھا کے واسطے سے تیرا قرب تلاش کر رہے ہیں تو تو ہمیں بارش سے نواز، اور وہ بارش سے نواز دیئے جاتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وضاحت کر دی کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے قرب تلاش کرتے تو وہ سیراب کر دیئے جاتے تھے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ تو سل طلب کرنے کا مطلب یہ ہے کہ صحابہ آپ سے درخواست کرتے کہ وہ ان کے لئے اللہ سے دعا کریں تو آپ ان کے لئے دعا کرتے اور وہ خوب بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دعا کرتے تھے اور آپ کی شفاقت اور دعا کے ذریعہ تقرب چاہتے تھے،

جیسا کہ صحیح میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص جمعہ کے دن ”دار القضاۃ“ کے قربی دروازے سے مسجد میں داخل ہوا جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے خطبہ دے رہے تھے، اس آدمی نے کھڑے کھڑے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہو کر کہا، یا رسول اللہ! مال بر باد ہو رہا ہے، ذرا کم منقطع ہو چکے ہیں، اللہ سے دعا کریں کہ ہم سے بارش روک دے۔ راوی کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا: اے اللہ! ہمارے آس پاس بارش نازل فرماء، ہم پر نہیں، اے اللہ! ٹیلوں پر، پھاڑوں پر، وادیوں کے اندر اور درختوں کے اگنے کی جگہوں پر۔ راوی کا کہنا ہے پھر بارش بالکل رک گئی اور ہم نکل کر دھوپ میں چلنے لگے۔ اس حدیث میں ہے کہ سائل نے یہ کہا کہ آپ ہمارے لئے اللہ سے دعا کریں کہ بارش ہم سے رک جائے، اور صحیح میں ہے کہ عبد اللہ بن عمر نے کہا کہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ابو طالب کا یہ قول یاد آ رہا ہے، جب انہوں نے کہا تھا:

وأبيض يسوق الغمام بوجهه

ثمال الميامي عصمة للأراميل

”وہ خوبصورت ہیں، آپ کے چہرے سے بارش طلب کی جاتی ہے، تیسموں کی پناہ گاہ اور بیواؤں کے محافظ ہیں“

اس طرح استقاء وغیرہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرام کا توسل اس طرح ہوتا تھا، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد عباس رضی اللہ عنہ سے وسیلہ طلب کرتے جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے وسیلہ اور بارش طلب کیا کرتے تھے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ تو موت کے بعد، نہ غیر موجودگی میں اور نہ ہی ان کی یا ان کے علاوہ کسی اور کی قبر کے پاس بارش طلب کرتے، اسی طرح حضرت معاویہ نے یزید بن اسود الجرشی کے ذریعہ بارش طلب کی اور کہا، اے اللہ! ہم تیرے پاس اپنے بزرگ بندہ کے واسطے سے سفارش کے طالب ہیں، اے یزید! اپنے ہاتھ اللہ کی جانب اٹھائیئے، انہوں نے اپنے ہاتھ اٹھائے اور دعا کی اور ان لوگوں نے بھی دعا کی، پھر ان پر بارش نازل ہوئی۔

اسی لئے علماء نے کہا ہے کہ نیک اور صالح لوگوں کے واسطے سے بارش طلب کرنا مستحب ہے، خاص کر جب وہ آل بیت سے تعلق رکھتے ہوں تو اور

بہتر ہے، اور کسی عالم نے یہ نہیں کیا کہ تو سل واستققاء نبی اور نیک آدمی کے توسط سے ان کی موت کے بعد یا ان کی غیر موجودگی میں بھی مشروع ہے، اور نہ ہی اسے استققاء اور استعانہ وغیرہ دیگر دعاوں میں مستحب جانا ہے، کیونکہ دعا مغز عبادت ہے۔

عبادت کی بنیاد سنت اور اتباع ہے نہ کہ خواہشات اور بدعت، اور اللہ کی عبادت مشروع طریقے ہی سے کی جاسکتی ہے نہ کہ خواہشات اور بدعت کی بنیاد پر۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَّعُوا لَهُمْ مِنَ الْدِينِ مَا لَمْ يَأْذِنْ لِلَّهِ بِإِذْنِهِ أَلَّا يَهُمْ﴾ (الشوری: ۲۱)

”کیا ان لوگوں نے (اللہ کے) ایسے شریک (مقرر کر رکھے ہیں) جنہوں نے ایسے احکام دین مقرر کر دیئے ہیں جو اللہ کے فرمانے ہوئے نہیں،“

اور اللہ نے فرمایا:

﴿أَدْعُوا رَبَّكُمْ تَضْرُرًا وَخُفْيَةً إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِلِينَ﴾ (الأعراف: ۵۵)

”تم لوگ اپنے پروردگار سے دعا کیا کرو گز کر بھی اور چکے چکے بھی، واقعی اللہ ان لوگوں کو ناپسند کرتا ہے جو حسد سے نکل جائیں“

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”میری امت میں ایسے لوگ ہوں گے جو دعا اور وضو میں حد سے گزر جائیں گے“



مصیبت اور خوف میں اپنے شیخ سے فریاد کرنے والے شخص کا حکم

جو شخص کسی مصیبت اور خوف میں اپنے شیخ سے فریاد کرتا ہے اور اس مصیبت میں اس سے ثابت قلبی چاہتا ہے تو یہ شرک اور نصاریٰ کے دین کے مثل ہے، اس لئے کہ صرف اللہ ہی رحمت عطا کرتا اور پریشانی دور فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَإِن يَمْسِسْكَ اللَّهُ بِضُرٍ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ﴾

﴿وَإِن يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَأَدَ لِفَضْلِهِ﴾ (یونس: ۱۰۷)

”اور اگر اللہ تم کو کوئی تکلیف پہنچائے تو بجز اس کے اور کوئی اس کو دور کرنا والا نہیں اور اگر وہ تم کوئی خیر پہنچانا چاہے تو اس کے فضل کا کوئی ہٹانے والا نہیں“

اور اللہ نے فرمایا:

﴿مَا يَفْتَحُ اللَّهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَحْمَةٍ فَلَا مُسِكَ لَهَا ۚ وَمَا يُمِسِكَ فَلَا مُرْسِلَ لَهُ مِنْ بَعْدِهِ﴾ (فاطر: ۲)

”اللہ تعالیٰ جو رحمت لوگوں کے لئے کھول دے اسے کوئی بند کرنے والا نہیں اور جس کو بند کر دے تو اس کے بعد اس کا کوئی جاری کرنے والا نہیں“

اور اللہ نے فرمایا:

﴿قُلْ أَرَءَيْتُمْ إِنْ أَتَنَّكُمْ عَذَابُ اللَّهِ أَوْ أَتَنَّكُمْ السَّاعَةُ أَغَيْرُ اللَّهِ تَدْعُونَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ○ بَلْ إِيَّاهُ تَدْعُونَ فَيَكْسِفُ مَا تَدْعُونَ إِلَيْهِ إِنْ شَاءَ وَتَنْسَوْنَ مَا تُشَرِّكُونَ﴾ (الأنعام: ۴۱، ۴۰)

”آپ کہئے کہ اپنا حال تو بتاؤ کہ اگر تم پر اللہ کا کوئی عذاب آپڑے یا تم پر قیامت ہی آپنچے تو کیا اللہ کے سوا کسی اور کو پکارو گے اگر تم سچ ہو، بلکہ خاص اسی کو پکارو گے، پھر جس کو تم پکارو گے اگر وہ

چاہے تو اس کو ہٹا بھی دے اور جن کو تم شریک ٹھہراتے ہو ان سب کو
بھول بھال جاؤ گے،

اور اللہ نے فرمایا:

﴿قُلِّ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُم مِّنْ دُونِيِّهِ فَلَا يَمْلِكُونَ كَشْفَ
الظُّرُورِ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيلًا ○ أُولَئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْغُونَ
إِلَى رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيْمُونَ أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ
عَذَابَهُ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُورًا﴾ (الإسراء: ۵۶، ۵۷)

”کہہ دیجئے کہ اللہ کے سوا جنہیں تم معبد سمجھ رہے ہو انہیں پکارو
لیکن نہ تو وہ تم سے کسی تکلیف کو دور کر سکتے ہیں اور نہ بدل سکتے
ہیں، جنہیں یہ لوگ پکارتے ہیں خود وہ اپنے رب کے تقرب کی
جبتوں میں رہتے ہیں کہ ان میں سے کون زیادہ نزدیک ہو جائے وہ
خود اس کی رحمت کی امید رکھتے اور اس کے عذاب سے خوفزدہ
رہتے ہیں (بات بھی یہی ہے) کہ تیرے رب کا عذاب ڈرنے
کی چیز ہی ہے،“

تو اللہ نے واضح کر دیا کہ جن فرشتوں اور انبیاء وغیرہ کو پکارا جاتا ہے وہ نہ تو مشکل کشائی کی طاقت رکھتے ہیں نہ اسے ہٹانے کی۔

یہاں کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ میں اپنے شیخ کو اپنا سفارشی بنانے کی خاطر پکارتا ہوں تو ان کی یہ پکار نصاریٰ کے حضرت مریم اور اپنے علماء و درویشوں کو پکارنے جیسی ہے، جبکہ مومن دین کو خالص رکھتے ہوئے اپنے رب سے امید رکھتا، اسی سے خوف کھاتا اور اسی کو پکارتا ہے۔ ہاں شیخ کا یہ حق ہے کہ مرید اس کے لئے دعا اور حرم طلب کرے۔

بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مخلوق میں سب سے باعزت ہیں۔ صحابہ کرام آپ کے حکم اور مقام کو سب سے زیادہ جانتے تھے اور سب سے زیادہ آپ کے مطیع تھے، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے کسی سے یہ نہیں کہا کہ گھبراہٹ اور خوف کے وقت کہو یا رسول اللہ! وہ نہ آپ کی زندگی میں نہ وفات کے بعد ایسا کرتے تھے بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خود اللہ کے ذکر اور اسی سے دعا کرنے اور اپنے لئے درود پڑھنے کا حکم صادر فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَأَخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنَعَمْ الْوَكِيلُ ﴿١٧٣﴾ فَانْقَلَبُوا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسِسْهُمْ سُوءٌ وَاتَّبَعُوا رِضْوَانَ اللَّهِ وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَظِيمٍ﴾ (آل عمران: ۱۷۳)

”وہ لوگ، کہ جب ان سے لوگوں نے کہا کہ کافروں نے تمہارے مقابلے پر لشکر جمع کر لئے ہیں، تم ان سے خوف کھاؤ تو اسی بات نے انہیں ایمان میں اور بڑھا دیا اور کہنے لگے، ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہت اچھا کار ساز ہے (نتیجہ یہ ہوا کہ وہ) اللہ کی نعمت و فضل کے ساتھ ہوئے، انہیں کوئی برائی نہ پہنچی، انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کی پیروی کی، اللہ بہت بڑے فضل والا ہے“

صحیح بخاری میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہ کلمہ (حکی) اللہ و نعم الوکیل (ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آگ میں ڈالے جانے کے وقت کہا تھا، اور یہی کلمہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ نے بھی کہا تھا جب لوگوں نے ان سے کہا کہ لوگ آپ کے خلاف

جمع ہو چکے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح میں مروی ہے کہ بے قراری کے وقت آپ یہ دعا پڑھتے تھے:

«لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْعَظِيمُ الْحَلِيمُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ رَبُّ
الْعَرْشِ الْكَرِيمُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ رَبُّ
السَّمَاوَاتِ وَرَبُّ الْأَرْضِ وَرَبُّ
الْعَرْشِ
الْعَظِيمِ»

”اللہ عظیم و بربار کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں، عرش کریم کے مالک
اللہ کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں، عرش عظیم کے رب اور زمین اور
آسمان کے مالک کے سوا حقیقت میں کوئی معبود نہیں“

اور روایت ہے کہ ایسی ہی دعا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعض اہل
بیت کو سکھلانی۔

سنن میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جب کوئی اہم معاملہ
پیش آتا تو آپ کہتے:

«يَا حَيٌّ يَا قَيْوُمُ بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغِيثُ»۔

”اے زندہ رہنے والے، اے قائم رہنے والے! میں تیری ہی رحمت کے ذریعہ فریاد کر رہا ہوں“

اور یہ بھی مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کو یہ کہنا سکھلا�ا۔

«يَا حَيٌّ يَا قَيْوُمُ يَا بَدِيعَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ،
لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ، بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغِيثُ أَصْلِحْ لِي
شَانِي كُلَّهُ، وَلَا تَكْلِنِي إِلَى نَفْسِي طَرْفَةَ عَيْنٍ
وَلَا إِلَى أَحَدٍ مِّنْ خَلْقِكَ»۔

”اے زندہ رہنے اور قائم رہنے والے! اے ارض وسماء کو وجود میں لانے والے تیرے سوا کوئی معبود برق نہیں، تیری ہی رحمت کے واسطے سے فریاد کر رہا ہوں کہ میرے تمام امور درست فرمادے اور پلک جھپکنے تک بھی مجھے میرے نفس کے حوالہ نہ کرنا اور نہ ہی کسی اور مخلوق کے“

صحیح ابی حاتم البستی اور مند امام احمد میں ابن مسعود نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بھی کسی بندے کو غم و فکر لاحق ہوتی ہے تو کہتا ہے:

«اللَّهُمَّ إِنِّي عَبْدُكَ، ابْنُ عَبْدِكَ، ابْنُ أَمَّتِكَ،
نَاصِيَّتِي بِيَدِكَ، مَاضٍ فِي حُكْمِكَ، عَدْلٌ فِي
قَضَاؤُكَ، أَسْأَلُكَ بِكُلِّ اسْمٍ هُوَ لَكَ، سَمِّيَّتَ
بِهِ نَفْسَكَ، أَوْ أَنْزَلْتَهُ فِي كِتَابِكَ، أَوْ عَلَمْتَهُ
أَحَدًا مِنْ خَلْقِكَ، أَوْ اسْتَأْثَرْتَ بِهِ فِي عِلْمٍ
الْغَيْبِ عِنْدَكَ، أَنْ تَجْعَلَ الْقُرْآنَ الْعَظِيمَ رَبِيعَ
فَلْبِيَ، وَنُورَ صَدْرِي، وَجَلَاءَ حُزْنِي، وَذَهَابَ
هَمِّي وَغَمِّيٍّ».

”اے اللہ میں تیرا بندہ ہوں، تیرے بندے کا بیٹا ہوں اور تیری بندی کا بیٹا ہوں، میری پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے، تیرا حکم مجھ میں جاری و ساری ہے، میرے بارے میں تیرا فیصلہ سراسر انصاف ہے،

میں تجھ سے تیرے ہر اس نام کے ساتھ سوال کرتا ہوں جس سے تو نے اپنے آپ کو موسوم کیا، یا اپنی کتاب میں نازل فرمایا، یا اپنی کسی مخلوق کو بتلایا، یا اپنے پاس علم غیب میں اپنے لئے خاص کر رکھا ہے، کہ قرآن عظیم کو میرے دل کی بہار، میرے سینے کا نور، میرے رنج کے ازالے کا ذریعہ اور میرے فکر و غم کو دور کرنے کا باعث بنادے۔“

تو اللہ اس کے غم و فکر کو دور کر دیتا اور اسے خوشی سے بدل دیتا ہے، صحابہ نے کہا یا رسول اللہ! کیا ہم یہ سیکھنے لیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ ہر سننے والے کے لئے اس کا سیکھنا مناسب ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت سے فرمایا کہ آفتاب و ماہتاب اللہ کی نشانیوں میں سے دونہ نیاں ہیں، کسی کی موت و زندگی کے سبب گر ہن زدہ نہیں ہوتے، مگر اللہ نے اپنے بندوں کو (اس سے) ڈرایا ہے، سو جب تم گر ہن دیکھو تو نماز، ذکر اور استغفار کی طرف بھاگ پڑو۔ اللہ نے مسلمانوں کو چاند و سورج کے گر ہن کے وقت نماز، دعا، ذکر، گردن کی آزادی اور

صدقہ کرنے کا حکم دیا ہے لیکن انہیں کسی مخلوق نہ فرشتے اور نہ ہی کسی نبی وغیرہ کو پکارنے کے لئے کہا، آپ کی سنت میں ایسی بہت سی مثالیں ہیں۔ خوف کے وقت مسلمانوں کے لئے صرف وہی عبادت مشروع ہے جس کے کرنے کا حکم ہے، جیسے اللہ سے دعا کرنا، اس کا ذکر کرنا، اس سے استغفار کرنا، نماز پڑھنا اور صدقہ وغیرہ کرنا۔ پھر کیسے اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے والا، اللہ اور اس کے رسول کی مشروع کردہ چیزوں سے اعراض کرتے ہوئے بدعت کی طرف مائل ہو سکتا ہے، جس کے لئے اللہ کی کوئی دلیل نہیں؟ یہ بدعت، مشرکوں اور نصاریٰ کے دین کے مثل ہے۔

پھر اگر کوئی یہ دعویٰ کرتا ہے کہ ایسا کرنے سے اس کی حاجت پوری ہو جاتی ہے اور اس کا شیخ اس کے سامنے پیش ہو جاتا ہے تو بت پرست اور ستارہ پرست وغیرہ مشرکین کے لئے بھی ایسی چیز ہو جاتی ہے جیسا کہ پہلے اور آج کے مشرکوں کے بارے میں بھی ایسا ہی منقول ہے (یعنی وہ بھی ایسا ہی کہتے ہیں)۔ اگر یہ (فاسد عقیدہ) نہ ہوتا تو بت پرستی وغیرہ نہ ہوتی، حضرت خلیل اللہ علیہ الصلاۃ والسلام نے کہا:

﴿وَاجْنَبِنِي وَبِنِيَّ أَنْ تَعْبُدَ الْأَصْنَامَ ○ رَبِّ إِنَّمَا
أَضْلَلَنَّ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ﴾ (ابراهیم: ۳۵، ۳۶) ”(اے اللہ) مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے پناہ دے، اے
میرے پالنے والے معبود! انہوں نے بہت سے لوگوں کو راہ سے
بھٹکا دیا ہے“



ظہور شرک کی ابتداء

کہا جاتا ہے کہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے بعد مکہ کی سرز میں میں سب سے پہلے عمرو بن الحی الغزائی کے ذریعہ شرک کا ظہور ہوا، جسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جہنم میں اپنی انتزیاں گھستیتے ہوئے دیکھا، اسی نے سب سے پہلے سائبہ (وہ جانور جسے بتول کے نام پر آزاد چھوڑ دیا جاتا ہے نہ سواری کے کام میں لایا جاتا ہے اور نہ بار بداری کے کام میں) کا رواج دیا اور دین ابراہیمی کو بدلا۔ وہ شام گیا تھا جہاں بلاطاء کے (علاقے) میں اسے کچھ بت ملے جن کے بارے میں وہاں کے لوگوں کا یہ عقیدہ تھا کہ ان بتول سے انہیں فائدہ حاصل ہوتا ہے اور ان کی مشکلیں دور ہوتی ہیں تو یہ اسے مکہ لے آیا اور عربوں کے لئے شرک و بت پرستی کی بنیاد ڈال دی۔

وہ امور جنہیں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام قرار دیا ہے جیسے شرک، جادو، قتل، زنا، جھوٹی گواہی اور شراب نوشی وغیرہ، دیگر

محرمات جن میں نفس کو رغبت ہو سکتی ہے اور جن میں وہ منفعت یاد فوج بلا سمجھتا ہے، اگر ایسی بات نہ ہوتی تو نفس ان محرومات کے مرتكب ہی نہ ہوتے جن میں کسی بھی حال میں فائدہ نہیں، ان محرمات میں لوگوں کے واقع ہونے کا سبب جہل اور حاجت ہے کیونکہ ایک چیز کی قباحت اور عدم جواز کو جانے والا اس کا مرتكب کیونکر ہو سکتا ہے؟ اور جو لوگ ان امور کے مرتكب ہوتے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ کبھی جہالت کی وجہ سے جس میں فساد ہوتا ہے اور کبھی ضرورت کی وجہ سے، جس کی اسے نفسانی خواہش ہوتی ہے حالانکہ بسا اوقات ضرر لذت سے بڑھ کر ہوتا ہے، لیکن جہل اور خواہشات نفس کے غلبہ کے سبب (اس کے نقصان سے) نابلد ہوتے ہیں اور پھر اس کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں۔ عام طور سے خواہشات نفس میں ڈوبتا ہوا انسان ایسا ہو جاتا ہے گویا اسے حقیقت کا کچھ علم ہی نہیں، کیونکہ کسی چیز کی محبت انسان کو گونگا و بہرہ بنادیتی ہے۔

اسی لئے عالم اللہ سے ڈرتا ہے، ابوالعالیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ کے اس قول کے بارے میں

دریافت کیا:

﴿إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللَّهِ لِلذِّينَ يَعْمَلُونَ الْسُّوءَ﴾

﴿يَجْهَلُهُ شُعَرَ يَتُوبُونَ مِنْ قَرِيبٍ﴾ (النساء: ۱۷)

”اللہ تعالیٰ صرف انہیں لوگوں کی توبہ قبول فرماتا ہے جو بوجہ نادانی کوئی برائی کر ڈالیں، پھر جلد اس سے باز آ جائیں اور توبہ کر لیں تو اللہ بھی ان کی توبہ قبول کرتا ہے“

تو انہوں نے جواب دیا کہ اللہ کا ہر نافرمان جاہل ہے، اور جس نے موت سے پہلے توبہ کر لی تو اس نے جلد ہی توبہ کی، یہ تفصیل کا موقع نہیں کہ منہیات کی پیشتر خرابیاں اور مامورات کے بہترین فائدے بیان کئے جاسکیں، بلکہ مومن کے لئے یہ جانتا ہی کافی ہے کہ اللہ نے احکام کا پابند سر اسر یا غالب فائدہ کی بنیاد پر بنایا ہے اور اسی طرح جن چیزوں سے منع کیا ہے تو وہ بھی سر اسر یا غالب خرابی کے سبب ہے۔

اور یہ کہ اللہ نے جن چیزوں کا حکم دیا ہے تو اس لئے نہیں کہ وہ اس کا ضرور تمند ہے اور جن چیزوں سے روکا ہے تو اس لئے نہیں کہ وہ بندوں پر

بخل ہے، بلکہ اس لئے حکم دیا ہے کہ اس میں ان کا فائدہ ہے، اور منع اس لئے کیا کہ اس میں ان کا نقصان ہے، اسی لئے اللہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وصف بیان فرمایا:

﴿يَا أَمْرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ
لَهُمُ الظَّبَابَتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَثَ﴾

(الأعراف: ۱۵۷)

”وہ ان کو نیک باتوں کا حکم فرماتے ہیں اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں اور پاکیزہ چیزوں کو حلال بتاتے ہیں اور گندی چیزوں کو ان پر حرام فرماتے ہیں“



قبر کو مسح کرنے، اسے چونٹنے اور اس پر رخسار رکڑنے کے فتویٰ کا بیان

رهی بات قبر کے مسح (خواہ قبر کسی کی بھی ہو)، اسے چونٹنے اور اس پر رخسار رکڑنے کی، تو اس کی حرمت پر مسلمانوں کا اتفاق رہا ہے اگر چوہ قبر کسی نبی ہی کی کیوں نہ ہو، اور سلف امت اور ائمہ میں سے کسی نے یہ کام نہیں کیا ہے بلکہ یہ شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَقَالُوا لَا نَذْرُنَّ، إِلَهَتُكُمْ وَلَا نَذْرُنَّ وَدًا وَلَا سُواعًا وَلَا يَغُوثَ

وَيَعُوقَ وَنَسَرًا ○ وَقَدْ أَضْلَلُوا كَثِيرًا﴾ (نوح: ۲۳، ۲۴)

”اور کہاں ہوں نے کہ ہرگز اپنے معبدوں کو نہ چھوڑنا اور نہ وداور سواع اور یغوث اور یعقوق اور نسر کو (چھوڑنا) اور انہوں نے بہت سے لوگوں کو گراہ کیا)

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ یہ قوم نوح کے نیک لوگوں کے نام ہیں جن کی

قبروں پر لوگ ایک مدت تک جمے رہے، پھر جب ان پر ایک لمبا عرصہ گزر گیا تو انہوں نے ان کے مجسمے بنانے۔ اس کا ذکر اور اس کے شرک ہونے کا بیان پہلے گزر چکا ہے۔ اور بدعت والی زیارت (جس کے قائمین نے نصرانیوں کی مشابہت اختیار کر لی ہے) اور شرعی زیارت کا فرق ہم نے واضح کر دیا ہے۔



بڑے پیروں کے پاس سر رکھنے اور زمین چومنے کا بیان

بڑے پیروں کے پاس سر رکھنے یا زمین بوسی وغیرہ کے منوع ہونے کے بارے میں علماء کے درمیان کوئی نزاع ہی نہیں، بلکہ غیر اللہ کے لئے پیٹھ بھی جھکانا منع ہے۔ مندوغیرہ میں ہے کہ معاذ رضی اللہ عنہ جب شام سے لوٹے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سجدہ کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: معاذ! یہ کیا کر رہے ہو، انہوں نے کہا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نے شام میں لوگوں کو اپنے اسقف (نصاریٰ کے علماء کا ایک عہدہ) اور بطریقون (یہودی علماء) کا سجدہ کرتے ہوئے دیکھا ہے اور ایسا ہی وہ انبیاء کے بارے میں کہتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ جھوٹ کہتے ہیں، اے معاذ! اگر میں کسی کو کسی کے لئے سجدہ کا حکم دیتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کا سجدہ کرے کیونکہ اس کا عورت پر عظیم حق ہے، معاذ! مجھے تباً اگر

تم میری قبر سے گزو تو کیا اس کا سجدہ کرو گے؟ کہا نہیں، تو آپ نے فرمایا: ہاں، ایسا ملت کرنا، یا ایسا ہی کچھ بُنی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ صحیح میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض کے سبب صحابہ کو بیٹھ کر نماز پڑھائی اور صحابہ نے کھڑے ہو کر نماز شروع کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بیٹھنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ میری اس طرح تعظیم نہ کرو جس طرح تجمیعی ایک دوسرے کی تعظیم کرتے ہیں، اور فرمایا کہ جو اس بات سے خوش ہو کر لوگ اس کے لئے کھڑے رہیں تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے، چونکہ آپ بیٹھے ہوئے تھے اس لئے انہیں کھڑے ہونے سے منع فرمایا (اگرچہ وہ نماز کے لئے کھڑے ہو گئے تھے) تاکہ ان کی اپنے عظماء کے لئے کھڑے ہونے والوں سے مشابہت نہ ہو جائے اور بیان فرمایا کہ اپنے لئے قیام پر خوش ہونے والا اہل جہنم میں سے ہوگا۔ تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لئے سجدہ کرنے، سرجھ کانے اور دست بوسی کی کیسے اجازت دے سکتے ہیں؟ اور عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ جوز میں پر اللہ کے خلیفہ تھے، انہوں نے اپنے کچھ درباریوں کو مکلف کر کھا تھا کہ وہ آنے والوں کو زمین بوسی سے منع کریں اور ایسا کرنے پر ان کی سرزنش کریں۔

بہر حال، اٹھنا، بیٹھنا، رکوع اور سجدے کرنا معبود واحد کا حق ہیں، جو خالق ارض وسماء ہے۔ اور جو حقوق خالص اللہ کے لئے ہیں اس میں دوسروں کا کوئی حصہ نہیں، جیسے غیر اللہ کی قسم کھانا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

”جسے قسم کھانی ہو وہ اللہ کی قسم کھائے یا خاموش رہے،“ (متفق علیہ)

اور فرمایا:

”جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے شرک کیا،“
اس لئے ساری عبادتیں اللہ واحد کے لئے ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَا أُمِرْتُ إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الَّذِينَ حُنْفَاءَ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكُورَةَ وَذَلِكَ دِينُ الْقِيَمَةِ﴾

(البینة: ۵)

”انہیں اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ صرف اللہ کی عبادت کریں، اسی کے لئے دین کو خالص رکھیں ابراہیم حنیف کے دین

پر، اور نماز کو قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیتے رہیں، یہی ہے دین سیدھی
ملت کا“

اور صحیح میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:
”اللہ تمہارے لئے تین چیزوں سے راضی ہے، ۱- یہ کہ اسی کی
عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کوشش یک نہ بناؤ، ۲- یہ کہ اللہ کہ رسی
(قرآن و حدیث) کو مضبوطی سے پکڑ لوا اور ترقہ نہ ڈالو، ۳- یہ کہ
اللہ نے جن کے معاملات کا تمہیں والی بنایا ہے ان کی خیر خواہی کرو“
اور دین کو اللہ کے لئے خالص کرنا ہی اصل عبادت ہے“

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ظاہر و پوشیدہ، چھوٹے بڑے (ہر قسم)
کے شرک سے منع فرمایا ہے، یہاں تک کہ آپ نے تواتر کے ساتھ مختلف
الفاظ میں آفتاب طلوع اور غروب ہونے کے وقت نماز پڑھنے سے منع فرما
دیا ہے، کبھی یہ فرمایا کہ عمدًا طلوع و غروب آفتاب کے وقت نماز نہ پڑھو، اور
کبھی یہ فرمایا کہ جب تک سورج طلوع نہ ہو جائے نماز فجر کے بعد (دوسری)
نماز نہ پڑھو، اور نہ عصر کے بعد یہاں تک کہ سورج غروب ہو جائے اور کبھی

یہ فرمایا کہ جب سورج طلوع ہوتا ہے تو شیطان کی دو سینگوں کے نقش سے طلوع ہوتا ہے، اس وقت کفار اس کا سجدہ کرتے ہیں، اس لئے آپ نے اس وقت نماز پڑھنے سے منع فرمادیا، کیونکہ اس میں مشرکوں سے مشابہت ہوتی ہے اس لئے کہ وہ اس وقت سورج کا سجدہ کرتے ہیں، یقیناً شیطان اس وقت اپنی سینگ سورج کے سامنے کر لیتا ہے تاکہ اس کا سجدہ ہو، تو پھر وہ عمل کیسے جائز ہو سکتا ہے جس میں شرک اور کافروں سے مشابہت اور بھی واضح ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اہل کتاب کو مخاطب کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

﴿قُلْ يَأَهْلَ الْكِتَابِ تَعَاوَنُوا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَا نَعْبُدُ إِلَّا اللَّهُ وَلَا شُرِكَ لِيَهُ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مَنْ دُونَ اللَّهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا أَشْهَدُوا بِإِنَّا مُسْلِمُونَ﴾ (آل عمران: ۶۴)

”آپ کہہ دیجئے کہ اے اہل کتاب! ایسی انصاف والی بات کی طرف آوجوہم میں اور تم میں برابر ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی

عبدات نہ کریں نہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائیں، نہ اللہ کو چھوڑ
کر آپس میں ایک دوسرے کو ہی رب بنائیں، پس اگر وہ منہ پھیر
لیں تو آپ کہہ دیں کہ گواہ رہو ہم تو مسلمان ہیں“

چونکہ اس میں اہل کتاب کی مشاہدت ہے جو اللہ کے سوا ایک دوسرے کو
رب بناتے ہیں، اس لئے ہمیں ایسی چیزوں سے منع کیا گیا ہے، اور جو شخص
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت اور آپ کے صحابہ اور ان کی اچھی طرح سے
اتباع کرنے والوں کی ہدایت سے منہ موڑتے ہوئے ایسی چیزوں کی پیروی
کرے جو نصاریوں کے طور طریقے پر ہو تو اس نے واقعی اللہ اور اس کے
رسول کا حکم ٹھکرایا۔

رہا کہنے والے کا یہ کہنا کہ ”اللہ اور آپ کی برکت سے“ میری حاجت
پوری ہو گئی تو یہ بات غلط ہے کیونکہ ایسی چیزوں میں اللہ کے ساتھ کسی اور کو
شریک نہیں کیا جاسکتا، یہاں تک کہ ایک کہنے والے نے جب نبی صلی اللہ علیہ
 وسلم سے یہ کہا کہ جو اللہ چاہیں اور آپ چاہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے
 فرمایا کہ تم نے مجھے اللہ کا شریک بنادیا؟ بلکہ صرف اللہ جو چاہے۔ اور آپ

نے صحابہ سے کہا یہ نہ کہو کہ جو اللہ چاہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) چاہیں، ہاں یہ کہو جو اللہ چاہیں پھر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) چاہیں۔ حدیث میں ہے کہ بعض مسلمانوں نے ایک کہنے والے کو دیکھا کہ وہ کہہ رہا ہے کہ تم کتنی اچھی قوم ہوتے اگر شرک نہ کرتے یعنی تم لوگ اللہ کا شریک ٹھہرا رہے ہو، کیونکہ تم لوگ ماشاء اللہ و شاء محمد (جو اللہ چاہیں اور جو محمد چاہیں) کہتے ہو تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایسا کہنے سے منع فرمادیا۔ زید بن خالد سے صحیح میں مردی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کی بارش کے بعد حدیث میں فجر کی نماز پڑھائی، پھر فرمایا کہ جانتے ہو کہ تمہارے رب نے اس رات کو کیا کہا؟ ہم نے کہا اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کہتا ہے کہ میرے بندوں میں سے کچھ لوگوں نے مجھ پر ایمان کی حالت میں اور کچھ نے کفر کی حالت میں صبح کی، جس نے یہ کہا کہ اللہ کے فضل و رحمت سے بارش ہوئی تو وہ مجھ پر ایمان لایا اور پختروں کا انکار کیا، اور جس نے یہ کہا کہ ہم پر فلاں فلاں پختروں کے ذریعہ بارش ہوئی تو اس نے میرا کفر کیا اور پختروں پر ایمان لایا۔ رہے وہ اسباب جنہیں اللہ نے

اسباب بنایا ہے وہ اللہ کے شریک، همسر اور مددگار نہیں ہو سکتے۔
 کہنے والے کا یہ کہنا کہ ”شیخ کی برکت سے“، اگر اس سے اس کی مراد شیخ
 کی دعا ہو (اور سب سے جلد وہ دعا قبول ہوتی ہے جو کسی کے لئے اس کی غیر
 موجودگی میں کی جائے) یا اس کی مراد اس خیر کی برکت ہو جس کا شیخ نے
 اسے حکم دیا یا اسکے حلا یا ہو، یا اس سے اس کی مراد شیخ کا حق پر تعاون کی برکت
 اور دینی معاملات میں ان کی دوستی وغیرہ ہو تو پھر یہ سارے کے سارے
 مفہوم صحیح ہیں، اور کبھی اس سے اس کی مراد میت اور غائب شخص کے لئے شیخ
 کی دعا بھی ہو سکتی ہے، اس صورت میں اس دعا کی تاثیر میں شیخ کو مستقل
 سمجھنا یا ان کا فعل قرار دینا جس سے وہ خود عاجز ہیں اور اس کی طاقت نہیں
 رکھتے، یا مقصود شیخ نہیں بلکہ ان امور میں ان کی اطاعت و پیروی ہو تو یہ سب
 بدعتات و منکرات وغیرہ غلط معانی ہیں، اس لئے کہ اس میں کوئی شک نہیں
 کہ اللہ کے فضل و رحمت سے اللہ کی اطاعت کا عمل اور ایک مسلمان کا
 دوسرا مسلمان کے لئے دعا کرنا اور اسی طرح کے دیگر عمل دنیا اور آخرت
 میں فائدہ مند ہیں۔



قطب، غوث، جامع شخصیت کی حقیقت کا بیان

غوث، قطب اور جامع شخصیت کے بارے میں سائل کے سوال کے تعلق سے عرض ہے کہ لوگوں میں سے کچھ فرقے اس کے قائل ہیں اور دین اسلام میں اس کی غلط تفسیر کرتے ہیں، جیسے ان لوگوں میں سے بعض افراد کی یہ وضاحت کہ ”غوث“ وہ ہیں جن کے ذریعہ مخلوقات کو رزق اور فتح میں مدد ملتی ہے، حتیٰ کہ یہ بھی کہنے سے دربغ نہیں کرتے کہ فرشتوں اور سمندر کی مچھلیوں کی بھی وہی مدد کرتے ہیں، تو ایسا ہی عیسیٰ مسیح کے متعلق نظرانی بھی کہتے ہیں اور ایسا ہی علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں غلوکرنے والے بھی کہتے ہیں، حالانکہ یہ صریح کفر ہے، ایسا کہنے والے سے توبہ کرائی جائے، قبول نہ کرنے کی صورت میں اسے قتل کر دیا جائے گا، کیونکہ مخلوقات میں سے نہ کوئی ایسا فرشتہ ہے اور نہ انسان، جس کے ذریعہ مخلوقات کی مدد ہوتی ہو، اس لئے

فلسفہ ”عقول عشرۃ“ کے بارے میں جو کچھ کہتے اور گمان کرتے ہیں کہ وہ فرشتے ہیں اور (اسی طرح) نصاریٰ جو کچھ مسح کے بارے میں کہتے ہیں، اس کے لفڑی صحیح ہونے کے بارے میں مسلمانوں کا اتفاق ہے۔

اسی طرح سے غوث سے مراد بعض لوگ کہتے ہیں کہ زمین میں ۳۱۵ کے آس پاس آدمی ہیں جنہیں ”النجباء“ کہتے ہیں، پھر ان میں سے ستر کو چھانٹ لیتے ہیں جو ”نقباء“ کہلاتے ہیں، پھر ان میں سے چالیس کو جو ”ابدال“ کہلاتے ہیں، پھر ان میں سے سات کو جو ”اقظاب“ کہلاتے ہیں، پھر ان میں سے چار کو جو ”اوتد“ ہوتے ہیں اور پھر ان میں سے ایک کو جو ”غوث“ ہوتے ہیں، اور یہ مکہ میں مقیم ہیں، زمین والوں کو جب رزق و مدد میں کوئی مشکل پیش آتی ہے تو وہ تین سوبندوں کے پاس بھاگتے ہیں، پھر وہ ستر کے پاس، ستر چالیس کے پاس، چالیس سات کے پاس، سات چار کے پاس اور چار ایک کے پاس۔ بعض لوگ تعداد نام اور مرتبوں میں حذف و اضافہ بھی کرتے رہتے ہیں (واضح رہے کہ مذکورہ اقطاب، ابدال وغیرہ صوفیاء کے روحانی پیشواؤں اور ان کے علماء کے القاب اور رتبے ہیں) کیونکہ اس کے متعلق ان کے متعدد اقوال ہیں، حتیٰ کہ بعض لوگ کہتے

ہیں کہ وقت کے غوث اور ان کے خضر کے نام آسمان سے کعبہ پر ایک بزر کاغذ اترتا ہے (یہ ان کے قول کے مطابق ہے جو یہ کہتے ہیں کہ خضر بھی ایک مرتبہ ہے، اور ہر زمانے میں ایک خضر ہوتا ہے، اس کے بارے میں ان کے دو اقوال ہیں) یہ ساری باتیں جھوٹ ہیں، جس کی قرآن و سنت میں کوئی بنیاد نہیں، ایسا نہ تو امت کے سلف صالحین میں سے کسی نے کہا، نہ امت کے کسی امام نے اور نہ کسی قابل اقتداء پرانے بڑے عالم دین نے، کیونکہ یہ معلوم ہے کہ ہمارے سردار رب العالمین کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، ابو بکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم اپنے زمانے کے سب سے بہتر لوگ تھے اور یہ لوگ مدینہ میں تھے مکہ میں نہیں۔

ان قائلین میں سے بعض نے مغیرہ بن شعبہ کے غلام ہلال کے بارے میں ایک حدیث نقل کی ہے کہ وہ سات ”اقظاب“ میں سے ایک ہیں، لیکن با تفاق علماء یہ حدیث باطل ہے، اگرچہ ابو نعیم نے ”حدیۃ الاویاء“ میں اور شیخ ابو عبد الرحمن اسلمی نے اپنی بعض تصانیف میں ایسی کچھ روایتیں نقل کی ہیں، مگر اس سے دھوکہ نہ کھانا کیونکہ اس میں صحیح، ضعیف، موضوع اور جھوٹی سب قسم کی حدیثیں ہیں، جن کے موضوع اور جھوٹ ہونے کے بارے میں علماء

کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اور کبھی یہ لوگ بعض ان محدثین کے طرز پر حدیثیں روایت کرتے ہیں جو صحیح اور باطل کی تمیز کئے بغیر سنی ہوئی روایتوں کو نقل کر دیتے ہیں اور (اکثر) محدثین بے تحقیق ایسی روایتیں نہیں بیان کرتے، کیونکہ صحیح میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، آپ نے فرمایا:

”جس نے میرے حوالے سے کوئی حدیث بیان کی، حالانکہ وہ جانتا ہے کہ وہ جھوٹی ہے تو وہ جھوٹوں میں سے ایک ہے“

اجمالاً تمام مسلمانوں نے جان لیا ہے کہ ان پر جو کچھ خوف و رغبت میں آفتیں پیش آتی ہیں، جیسے استسقاء کے وقت نزول رزق کے لئے دعا کرنا، سورج و چاند گرہن کے وقت دعا کرنا اور مصیبت ٹلنے کے لئے اللہ کی طرف رجوع کرنا وغیرہ، تو ایسے وقت میں وہ صرف اللہ وحدہ لا شریک ہی کو پکارتے ہیں، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ مسلمان اپنی حاجت روائی کے لئے اللہ عز وجل کے علاوہ کسی اور کی جانب متوجہ ہوں، بلکہ مشرکین بھی اپنی جاہلیت میں بلا واسطہ اللہ کو پکارتے تھے اور اللہ ان کی بات قبول بھی کرتا تھا۔ تم کیا سمجھ رہے ہو کہ تو حید اور اسلام کے بعد اللہ تعالیٰ ان کی دعا بغیر اس واسطہ کے قبول نہیں کرے گا؟ جس پر اللہ نے

کوئی سندھیں اتاری۔ اللہ نے فرمایا:

﴿وَإِذَا مَسَّ الْأَنْسَنَ الظُّرُّ دَعَانَا لِجَنِيْهِ أَوْ قَاعِدًا أَوْ قَائِمًا فَلَقَّا كَشْفَنَا عَنْهُ ضُرُّمُ مَرَّ كَانَ لَنَا يَدْعُنَا إِلَى ضُرِّ مَسَّهُ﴾ (یونس: ۱۲)

”اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ہم کو پکارتا ہے، لیٹے بھی، بیٹھے بھی کھڑے بھی، پھر جب ہم اس کی تکلیف اس سے ہٹا دیتے ہیں تو وہ ایسا ہو جاتا ہے کہ گویا اس نے اپنی تکلیف کے لئے جو سے پہنچی تھی کبھی ہمیں پکارا ہی نہ تھا،“

اور اللہ نے فرمایا:

﴿وَإِذَا مَسَّكُمُ الظُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُونَ إِلَّا إِيَّاهُ﴾ (الاسراء: ۶۷)

”اوسمندروں میں مصیبت پہنچتے ہی جنہیں تم پکارتے تھے سب گم ہو جاتے ہیں، صرف وہی اللہ باقی رہ جاتا ہے“

اور اللہ نے فرمایا:

﴿قُلْ أَرَءَيْتُمْ إِنْ أَنْتُمْ عَذَابُ اللَّهِ أَوْ أَنَّكُمْ
السَّاعَةُ أَعَيْرُ اللَّهَ تَدْعُونَ إِنْ كُنْتُمْ صَدِيقِينَ ○ بَلْ
إِيَّاهُ تَدْعُونَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُونَ إِلَيْهِ إِنْ شَاءَ وَتَنْسَوْنَ
مَا تُشْرِكُونَ﴾ (الأنعام: ۴۱، ۴۰)

”آپ کہئے کہ اپنا حال تو بتاؤ کہ اگر تم پر اللہ کا کوئی عذاب آپڑے
یا تم پر قیامت ہی آپنچھ تو کیا اللہ کے سوا کسی اور کو پکارو گے اگر تم
سچ ہو بلکہ خاص اسی کو پکارو گے، پھر جس کے لئے تم پکارو گے اگر
وہ چاہے تو اس کو ہٹا بھی دے اور جن کو تم شریک ٹھہراتے ہو اب
سب کو بھول بھال جاؤ گے“

اور فرمایا:

﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلَىٰ أُمَّةٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَأَخَذْنَاهُمْ بِالْأَسْلَاءِ
وَالضَّرَائِعِ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُونَ ○ فَلَوْلَا إِذْ جَاءَهُمْ بَأْسُنَا
تَضَرَّعُوا وَلَكِنْ قَسَّتْ قُلُوبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ مَا
كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ (الأنعام: ۴۳، ۴۲)

”اور ہم نے اور امتوں کی طرف بھی جو کہ آپ سے پہلے گزر چکی ہیں پنیبر بھیجے تھے، سو ہم نے ان کو تنگستی اور بیماری سے پکڑا تاکہ وہ اٹھا رجھ کر سکیں، سو جب ان کو ہماری سزا پہنچی تو انہوں نے عاجزی کیوں نہیں اختیار کی؟ لیکن ان کے دل سخت ہو گئے اور شیطان نے ان کے اعمال کو ان کے خیال میں آراستہ کر دیا۔“

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے لئے نماز کے ذریعہ اور اس کے بغیر بھی بارش طلب کی اور انہیں استسقاء و سورج گر ہن کی نماز پڑھائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز میں خوب لمبی دعا کرتے اور دشمنوں پر مد طلب کرتے، ایسا ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفائے راشدین، ائمہ دین اور مسلمانوں کے علماء بھی کرتے آئے ہیں اور اب بھی اسی طریقے پر قائم ہیں۔

کہتے ہیں کہ تین چیزیں ایسی ہیں جن کی کوئی حقیقت نہیں، ۱- باب النصیریہ، ۲- منتظر الرافضة، ۳- غوث الجہاں، نصیریہ جماعت کا اپنے ”باب“ کے بارے میں جو دعویٰ ہے کہ وہ دنیا کو قائم کئے ہوئے ہیں، یہ ”باب“ (محمد بن نصیر) نامی شخص موجود تو ہے مگر اس کے متعلق نصیریہ کا دعویٰ بالکل باطل

ہے، رہی بات محمد بن احسن المنشتر کی جن کے غالی شیعہ منتظر ہیں [کہ وہ سردار (زیریز میں مکان) سے نکلیں گے، جہاں وہ روپوش ہیں] اور مکہ میں مقیم غوث وغیرہ کی، تو یہ سب جھوٹ ہے جس کا کوئی وجود بھی نہیں۔

اور اسی طرح سے بعض لوگ جو یہ سمجھتے ہیں کہ قطب غوث جامع شخصیت، اولیاء اللہ کی مدد کرتے اور انہیں جانتے ہیں، وغیرہ وغیرہ، تو یہ سب باطل باتیں ہیں، کیونکہ جب حضرت ابو بکر، عمر رضی اللہ عنہما سارے اولیاء اللہ کو نہ جانتے تھے نہ ان کی مدد کرتے تھے، پھر یہ گمراہ فربی جھوٹ لیں گے مدد کر سکتے ہیں؟ اولاد آدم کے سردار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت میں سے جن کو نہیں دیکھا تھا انہیں وضو کے نشان سے پہچان لیں گے، نشان سے مراد چہرہ اور ہاتھ پیر کی سفیدی ہے، آپ کی امت میں ایسے بہت سے اولیاء اللہ ہیں جنہیں صرف اللہ شمار کر سکتا ہے اور خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم جن انبیاء کے امام و خطیب ہوئے ان کی اکثریت کو نہیں پہچانتے تھے بلکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَنْ قَصَصَنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَنْ لَمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ﴾ (غافر: ۷۸)

”یقیناً ہم آپ سے پہلے بھی بہت سے رسول پہنچ چکے ہیں جن میں سے بعض کے (واقعات) ہم آپ کو بیان کر چکے ہیں اور ان میں سے بعض کے (قصے) تو ہم نے آپ کو بیان ہی نہیں کئے“

اور حضرت موسیٰ نہ خضر کو پہچانتے تھے اور نہ خضر موسیٰ کو بلکہ موسیٰ علیہ السلام نے ان سے سلام کیا تو خضر نے کہا، اس جگہ اور سلام! تو موسیٰ نے کہا کہ میں موسیٰ ہوں، پھر خضر نے کہا (اچھا) نبی اسرائیل والے موسیٰ! تو فرمایا، ہاں! کیونکہ خضر کو ان کا نام اور ان کی خبر پہنچ چکی تھی، اگرچہ ان کو نہیں پہچانتے تھے اور جس نے یہ کہا کہ خضر اولیاء کے سردار ہیں تو اس نے افتراض داری کی۔



حضر کی بابت قول فیصل

صحیح بات جس کے محققین قائل ہیں یہ ہے کہ خضر مر چکے ہیں اور انہوں نے اسلام کا زمانہ نہیں پایا، اگر وہ بنی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں موجود ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ضرور ایمان لاتے اور آپ کے ساتھ جہاد کرتے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسروں پر جہاد واجب کیا تھا، اگر وہ (کہیں) ہوتے تو مکہ مدینہ میں ہوتے اور اگر وہ (موجود) ہوتے تو صحابہ کے ساتھ جہاد اور دین میں ان کی مدد کے لئے بدرجہ اولیٰ موجود ہوتے بہ نسبت اس کے کوہ کافر قوم کے پاس ان کی کشتی کی اصلاح کے لئے موجود ہوں نیز خیرامت سے او جھل نہیں رہتے جو لوگوں کے لئے پیدا کی گئی ہے جبکہ وہ مشرکوں کے پیچ میں تھے اور ان سے روپوش نہیں ہوئے۔

پھر مسلمانوں کو اپنے دین اور دنیا کے لئے ان کی اور ان جیسوں کی ضرورت بھی نہیں کیونکہ انہوں نے اپنا دین اس ان پڑھ رسول نبی سے لیا

ہے جنہوں نے انہیں کتاب و حکمت سکھلائی اور ان سے ان کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ ”اگر موسیٰ زندہ ہوتے اور تم مجھے چھوڑ کر ان کی پیروی کرتے تو گمراہ ہو جاتے“، اور عیسیٰ علیہ السلام جب آسمان سے اتریں گے تو مسلمانوں کے رب کی کتاب (قرآن) اور ان کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق فیصلہ کریں گے، پھر اس کے بعد انہیں خضر وغیرہ کی کیا ضرورت رہی؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بتایا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے اور مسلمانوں کے ساتھ رہیں گے، اور فرمایا:

”وَهُمْ أَمْتَ كَيْسَةً هَلَاكٍ هُوَ سَكِّنٌ لَهُمْ جَسَدٌ كَيْسَةٌ مِنْ مِنْ هُوَ جَسَدٌ كَيْسَةٌ عَلِيَّهِ السَّلَامُ هُوَ مَنْ گَرَبَ“

جب یہ دونوں انبیاء کرام افضل رسولوں ابراہیم، موسیٰ اور نوح کے ساتھ ہیں (یعنی افضلیت میں) نیز محمد صلی اللہ علیہ وسلم اولاد آدم کے سردار بھی ہیں، جب یہ لوگ اس امت کے عوام و خواص سے روپوش نہ رہے پھر وہ کیسے روپوش ہو سکتا ہے جوان سانہ ہو، اور اگر خضر ہمیشہ زندہ رہتے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا ذکر کبھی کیوں نہ چھیڑا اور نہ اپنی امت کو بتالیا، اور نہ آپ کے خلفائے راشدین نے کسی کو بتایا۔

قال کا یہ قول کہ خضر او لیاء اللہ کے سردار ہیں تو اس سے پوچھا جائے گا کہ انہیں کس نے سرداری سونپی ہے؟ جبکہ افضل او لیاء اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور خضران میں سے نہیں۔ عام طور سے اس بارے میں جو حکایتیں بیان کی جاتی ہیں تو بعض تو جھوٹی ہیں اور بعض کسی آدمی کی ظن پر مبنی ہیں جیسے کسی نے کسی کو دیکھا اور اسے خضر سمجھ لیا اور کہا کہ وہ خضر ہیں، جیسے رافضہ کسی کو دیکھ کر سمجھ لیتے ہیں کہ وہی امام معصوم ہیں جن کا انتظار ہو رہا ہے، یا یوں ہی دعویٰ کر کر بیٹھتے ہیں۔ امام احمد بن حنبل سے روایت ہے کہ جب ان سے خضر کا ذکر کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ جس نے تمہیں غالب کا حوالہ دیا تو اس نے تمہارے ساتھ انصاف نہیں کیا، (در اصل) شیطان ہی نے لوگوں کی زبانوں پر یہ باتیں ڈال دی ہیں۔ دوسری جگہ ہم نے اس پر تفصیلی کلام کیا ہے۔



قطب اور غوث کو سب سے افضل کہنے کا حکم

اگر کہنے والا یہ کہتا ہے کہ ”قطب غوث جامع شخص“، وہ آدمی ہے جو اپنے زمانے میں سب سے بہتر ہے تو ایسا ممکن ہے لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ ایک زمانے میں دو تین آدمی افضلیت میں برابر ہوں اور یقین کے ساتھ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ہر زمانے میں ایک ہی آدمی افضل ہو گا۔ ہو سکتا ہے کہ ایک جماعت دوسری جماعت سے بعض ناجیوں سے افضل ہو بعض سے نہیں اور یہ صورتیں یا تو ایک دوسرے کے قریب ہیں یا مساوی۔

پھر اگر کسی زمانے میں کوئی آدمی سب سے افضل ہو تب بھی اس کو قطب غوث جامع شخص کہنا بدعت ہے کیونکہ اللہ نے اس کی کوئی دلیل نہیں اتنا تاری اور نہ سلف صالحین میں سے کسی نے کہا ہے اور نہ ہی سلف امت کے کسی امام نے، اگرچہ سلف صالحین بعض لوگوں کو اپنے زمانے کے افضل لوگوں میں سے سمجھتے رہے ہیں، لیکن ان کے ایسے نام نہیں رکھے جس کی اللہ نے کوئی

سنندھیں اتاری، خاص کر اس نام سے نسبت رکھنے والے بعض ایسے بھی ہیں جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ پہلے قطب حسن بن علی بن ابی طالب ہیں (رضی اللہ عنہما) پھر یہ سلسلہ ان کے علاوہ متاخرین کے بعض مشائخ تک جا پہنچتا ہے۔ یہ قول نہ تو اہل سنت کے مذہب کے مطابق ہے اور نہ رافضہ کے قول کے موافق، پھر ابو بکر، عمر، عثمان، علی اور انصار و مہاجرین میں سے پہلے سبقت لے جانے والے کہاں جائیں گے، جبکہ حسن رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت سن تمیز و بلوغت ہی کو پہنچے تھے۔

اس عقیدے سے نسبت رکھنے والوں نے بعض اکابر شیوخ کے حوالوں سے بیان کیا ہے کہ قطب غوث اور جامع شخص کا علم اللہ کے علم اور ان کی قدرت اللہ کی قدرت سے مطابقت رکھتی ہے، سوجو کچھ اللہ جانتا ہے وہ بھی جانتے ہیں اور جس پر اللہ قادر ہے اس پر وہ بھی قدرت رکھتے ہیں، وہ سمجھتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسے ہی (علم و قدرت والے) تھے اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت حسن تک منتقل ہوا پھر ان کے پیر صاحب تک جا پہنچا۔ میں نے وضاحت کر دی ہے کہ یہ صریح کفر ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بھی ایسا دعویٰ کفر ہے، دوسروں کی بات ہی چھوڑو (یعنی

جب یہ عقیدہ رکھنا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا علم اور قدرت اللہ کے علم اور قدرت کی طرح ہے، کفر ہے تو دوسرے عام لوگوں کے بارے میں ایسا عقیدہ رکھنا تو اور بھی برا کفر ہے) اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ قُل لَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَانَةُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ
الْغَيْبَ وَلَا أَقُولُ لَكُمْ إِنِّي مَلَكٌ ﴾ (الأنعام: ۵۰)

”آپ کہہ دیجئے کہ نہ تو میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں“

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ قُل لَا أَمِلُكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ
وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَا سَتَكُرُثُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا
مَسَّنِيَ السُّوءُ ﴾ (الأعراف: ۱۸۸)

”آپ فرمادیجئے کہ میں خود اپنی ذات خاص کے لئے کسی نفع کا اختیار نہیں رکھتا اور نہ کسی ضرر کا، مگر اتنا ہی کہ جتنا اللہ نے چاہا ہوا اور

اگر میں غیب کی بات جانتا ہوتا تو میں بہت سے منافع حاصل کر لیتا
اور کوئی نقصان مجھ کو نہ پہنچتا۔“

اور فرمایا:

﴿يَقُولُونَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ مَا فَتَلَنَا
هَنَهُنَا﴾ (آل عمران: ۱۵۴)

”کہتے ہیں کہ اگر ہمیں کچھ بھی اختیار ہوتا تو یہاں قتل نہ کئے جاتے“

اور اللہ نے فرمایا:

﴿يَقُولُونَ هَلْ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ مِنْ شَيْءٍ قُلْ إِنَّ
الْأَمْرَ كُلُّهُ لِلَّهِ﴾ (آل عمران: ۱۵۴)

”کہتے تھے کیا ہمیں بھی کسی چیز کا اختیار ہے؟ آپ کہہ دیجئے کہ کام
کل کا کل اللہ کے اختیار میں ہے“

اور فرمایا:

﴿لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَوْ يَكِيدُهُمْ فَيَنْقَلِبُوا
خَائِبِينَ ○ لَيَسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ
يُعَذِّبُهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ﴾ (آل عمران: ۱۲۷، ۱۲۸)

”(اس امداد الہی کا مقصد یہ تھا کہ اللہ) کافروں کی ایک جماعت کو کاٹ دے یا انہیں ذلیل کر ڈالے اور (سارے کے سارے) نامراد ہو کر واپس چلے جائیں، اے پیغمبر! آپ کے اختیار میں کچھ نہیں، اللہ تعالیٰ چاہے تو ان کی توبہ قبول کرے یا عذاب دے، کیونکہ وہ ظالم ہیں“

اور اللہ نے فرمایا:

﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحَبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهَمَّدِينَ﴾ (القصص: ۵۶)

”آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں کر سکتے بلکہ اللہ تعالیٰ ہی جسے چاہے ہدایت کرتا ہے، ہدایت والوں سے وہی خوب آگاہ ہے“
اللہ سبحانہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے رسول کی اطاعت کا حکم دیا ہے، جیسا کہ

فرمایا:

﴿مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ﴾ (النساء: ۸۰)

”اس رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جو اطاعت کرے اسی نے اللہ

کی فرماں برداری کی،“

اور ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

﴿قُلْ إِنَّ كُنْتُمْ تُعْبُونَ اللَّهَ فَاتَّعْوُنِي يُعْبِتُكُمُ اللَّهُ﴾

(آل عمران: ۳۱)

”کہہ دیجئے! اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری تابع داری کرو، خود اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا،“

اور حکم دیا کہ ہم ان کی تعظیم و توقیر اور مدد کریں، اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ حقوق عنایت کئے ہیں جنہیں اپنی کتاب اور سنت رسول میں واضح فرمادیا ہے یہاں تک کہ ہم پر (یہ بھی) واجب کر دیا ہے کہ ہم انہیں اپنی جانوں اور اہل و عیال سے بھی زیادہ محبوب جانیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿أَنَّى يُؤْلَئِي بِإِلَّا مُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ﴾ (الأحزاب: ۶)

”پیغمبر مونوں پر خود ان سے بھی زیادہ حق رکھنے والے ہیں،“

اور اللہ نے فرمایا:

﴿قُلْ إِنَّ كَانَ أَبَاكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ
وَعَشِيرَاتُكُمْ وَأَمْوَالُ أَقْرَفُتُمُوهَا وَتَجَرَّهُ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا
وَمَسَدِكُنْ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنْ أَنَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ
وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ﴾

(التوبہ: ۲۴)

”آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے لڑکے اور
تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے کنبے قبیلے اور تمہارے
کمائے ہوئے مال اور وہ تجارت جس کی کمی سے تم ڈرتے ہو اور وہ
حوالیاں جسے تم پسند کرتے ہو، اگر یہ تمہیں اللہ سے، اس کے رسول
سے اور اس کی راہ میں جہاد سے بھی زیادہ عزیز ہیں تو تم انتظار کرو کہ
اللہ تعالیٰ اپنا عذاب لے آئے“

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”وقت ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم میں
سے اس وقت تک کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے

نزدیک اس کے لڑکے، والدین اور سارے لوگوں سے زیادہ محبوب
نہ بن جاؤں۔“

عمر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا یا رسول اللہ! آپ میری
جان کے سواب سے عزیز ہیں تو آپ نے فرمایا: نہیں، اے عمر! حتیٰ کہ میں
تمہاری جان سے بھی زیادہ محبوب ہو جاؤں، تو کہا کہ پھر آپ میری جان
سے بھی زیادہ عزیز ہیں، تب آپ نے فرمایا ب اے عمر! (تمہارا ایمان مکمل
ہوا) اور فرمایا کہ جس میں تین چیزیں پیدا ہو جائیں تو ان کے ذریعہ وہ ایمان
کی مٹھاس پالے گا۔

۱- جس کی نگاہ میں اللہ اور اس کے رسول ان کے مساوا سے زیادہ
محبوب ہو جائیں۔

۲- اور انسان جس کسی سے محبت کرے تو صرف اللہ کے لئے محبت
کرے۔

۳- اور جو شخص کفر میں لوٹنا، اس کے بعد کہ اللہ نے اسے وہاں سے نکال لیا
ہے، ایسا ہی ناپسند کرے جس طرح آگ میں ڈالے جانے کو ناپسند کرتا ہے۔

اللہ نے اپنی کتاب میں اپنے ان حقوق کو بیان فرمادیا ہے جو صرف اسی کے لئے درست ہیں، اور اپنے رسول کے حقوق بھی، نیز مومنوں کے حقوق بھی جو ایک دوسرے کے تین (واجب) ہیں، ہم نے اس کے بارے میں دوسری جگہ تفصیلی کلام کیا ہے، اس کی مثال جیسے اللہ کا یہ قول:

﴿وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَخْشَ اللَّهَ وَيَتَّقِهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ﴾ (النور: ۵۲)

”جو بھی اللہ تعالیٰ کی، اس کے رسول کی فرمانبرداری کریں خوف الہی رکھیں، اور اس کے عذابوں سے ڈرتے رہیں، وہی نجات پانے والے ہیں“

پس اطاعت اللہ اور اس کے رسول (دونوں) کے لئے ہے، جبکہ خیثت اور تقویٰ صرف اللہ کے لئے۔ اور اللہ نے فرمایا:

﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا مَا آتَنَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَقَالُوا حَسَبْنَا اللَّهُ سَيُوتَّدِنَا اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ، وَرَسُولُهُ إِنَّا إِلَى اللَّهِ رَاغِبُونَ﴾ (التوبہ: ۵۹)

”اگر یہ لوگ اللہ اور رسول کے دینے ہوئے پر خوش رہتے اور کہہ دیتے کہ اللہ ہمیں کافی ہے، اللہ ہمیں اپنے فضل سے دے گا اور اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی، ہم تو اللہ کی ذات ہی سے توقع رکھنے والے ہیں“

پس ”عطَا کرنا“، اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہے جبکہ رغبت (توقع) صرف اللہ کے لئے۔ اور اللہ نے فرمایا:

﴿وَمَا أَنْتُمْ بِالرَّسُولِ فَحَذِّرُهُ وَمَا أَنْتُمْ عَنْهُ فَأَنْتُهُوا﴾ (الحشر: ۷)

”اور تمہیں جو کچھ رسول دے، لے لو، اور جس سے روکے رک جاؤ“

کیونکہ حلال وہی ہے جو اللہ اور اس کا رسول حلال قرار دیں اور حرام وہ ہے جو اللہ اور اس کا رسول حرام کر دیں لیکن ”کافی ہونا“، صرف اللہ کے لئے ہے، جیسا کہ اللہ نے فرمایا:

﴿وَقَالُوا حَسِبْنَا اللَّهَ﴾ (آل عمران: ۱۷۳)

”اور کہنے لگے ہمیں اللہ کافی ہے“

اور یہ نہیں کہا کہ اللہ اور اس کا رسول (دونوں) ہمارے لئے کافی ہیں۔

اور فرمایا:

﴿يَأَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ

الْمُؤْمِنِينَ﴾ (الأنفال: ٦٤)

”اے نبی! تجھے اللہ کافی ہے اور ان مومنوں کو جو تیری پیروی
کر رہے ہیں،“

لیکن اللہ تجھے کافی ہے اور ان مومنوں کو (بھی) کافی ہے جو تیری پیروی
کر رہے ہیں، اور قطعی طور پر اس آیت کا یہی معنی درست ہے، اس لئے
حضرت ابراہیم و محمد علیہما السلام کا کہنا تھا:

﴿حَسْبُنَا اللَّهُ وَنَعَمْ الْوَكِيلُ﴾ (آل عمران: ١٧٣)

”ہمیں اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وہ بہت اچھا کارساز ہے“

اللہ رحمت بھیجے مخلوق میں سب سے بہتر سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور
آپ کے آل اور اصحاب پر۔

فہرست

۳	۱- سوال کا مضمون.....
۵	۲- جواب کی ابتداء
۵	☆ جواب
۲۲	۳- قبوں کی شرعی زیارت کا طریقہ
۲۴	۴- اس شخص کا حکم جو کسی نبی یا نیک آدمی کی قبر پر سوال اور فریاد کرنے کے لئے آئے
۲۵	☆ پہلی قسم
۳۶	۵- زندہ یا فوت شدہ شخص سے دعا کرنا
۳۶	☆ دوسری قسم
۵۳	۶- مرتبہ اور عزت کا واسطہ دے کر قرب تلاش کرنا
۵۳	☆ تیسرا قسم
۶۲	۷- مصیبت اور خوف میں اپنے شیخ سے فریاد کرنے والے شخص کا حکم
۷۳	۸- ظہور شرک کی ابتداء
۷۷	۹- قبر کو مسح کرنے، اسے چونمنے اور اس پر رخسار گز نے کے فتوی کا بیان
۷۹	۱۰- بڑے پیروں کے پاس سر کھنے اور زمین چومنے کا بیان
۸۷	۱۱- قطب، غوث، جامع شخصیت کی حقیقت کا بیان
۹۶	۱۲- خضر کی بابت قول فصل
۹۹	۱۳- قطب اور غوث کو سب سے افضل کہنے کا حکم
۱۱۰	۱۴- فہرست

**المكتب التعاوني للدعوة والإرشاد
وتوعية الجاليات في منطقة البطحاء
تحت إشراف**

وزارة الشؤون الإسلامية والأوقاف والدعوة والإرشاد

ص . ب : ٢٠٨٢٤ الرياض : ١١٤٦٥

هاتف ٠٩٦٦ - ٤٠٣٠٢٥١

٤٠٣٠١٤٢

٤٠٣٤٥١٧

٤٠٣١٥٨٧

فاكس: ٤٠٥٩٣٨٧

هاتف وفاكس صالة المحاضرات بالبطحاء

٠٩٦٦ - ٤٠٨٣٤٠٥

COOPERATIVE OFFICE
FOR CALL AND GUIDANCE
IN AL-BATHA
UNDER THE SUPERVISION OF
MINISTRY OF ISLAMIC AFFAIRS.
ENDOWMENTS. PROPAGATION AND GUIDANCE
P.O.BOX : 20824 RIYADH: 11465
TEL: 00966-1-4030251
4034517
4031587
4030142
FAX: 4059387
Lecture hall. Tel. +Fax : 00966-1-4083405

زيارة القبور والاستنجاد بالقبور

باللغة الأردية

تأليف

شيخ الإسلام أمام ابن تيمية رحمه الله

ترجمة

ثمر صادق احمد حسين

نظر ثانٍ

محمد طاهر حنيف



زيارة القبور والاستجاد بالمقبور

باللغة الأردنية

تأليف

شيخ الإسلام أمام ابن تيمية (رحمه الله)

ترجمة

ثمر صادق أحمد حسين

تصحيح ومراجعة

محمد طاهر حنيف

المكتب التعاوني للدعوة والإرشاد وتوعية الجاليات بالبطحاء
تحت إشراف وزارة الشؤون الإسلامية والأوقاف والدعوة والإرشاد
هاتف: ٤٠٣٠٢٥١ - ناسوخ ٤٠٥٩٣٨٧ - ص.ب ٢٠٨٢٤ - الرياض ١١٤٦٥